مُسلسل اِشاعت کے ۵۳ سال

معجزۂ نبوی ﷺ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ ۷ جلد ۱۹ | رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مئی 2015

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

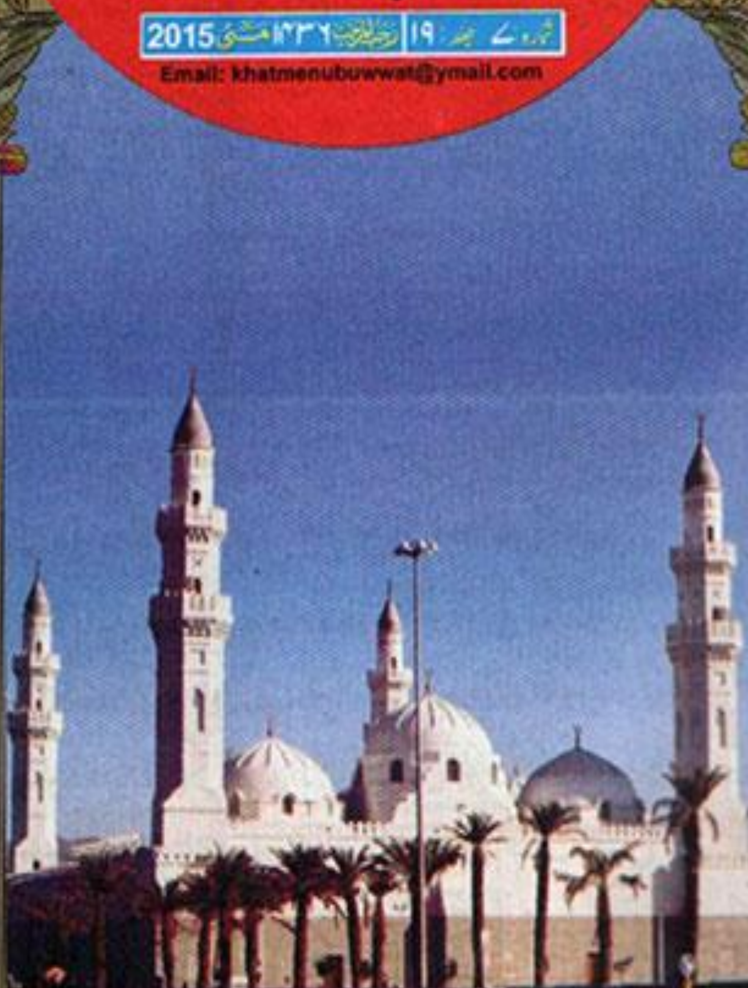

اُسوۂ صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ

گیمبیا میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا

انٹرنیٹ کی ہلاکت خیزیاں اور اُن سے بچنے کی تدبیر

تعلیمی اداروں میں سیکولر طبقہ کی کارستانیاں

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: 7 ○ جلد: 19

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

پیر حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

صاحبزادہ طارق محمودؒ

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تکمیل پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

گیمبیا میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا	مولانا اللہ وسایا	3

مقالات ومضامین

معجزۂ نبوی	مولانا ظفر علی خانؒ	6
ابوسائب حضرت عثمان بن مظعونؓ	حافظ محمد انس	9
درس ختم نبوت......مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ	مولانا غلام رسول دین پوری	13
تبلیغی جماعت	مولانا زاہد حسین رشیدی	18
انٹرنیٹ کی ہلاکت خیزیاں اور ان سے بچنے کی تدابیر	مولانا مفتی محمود زبیر (انڈیا)	25
تعلیمی اداروں میں سیکولر طبقہ کی کارستانیاں	ڈاکٹر دین محمد فریدی	28

شخصیات

حضرت مولانا جمشید علی خان رحمۃ اللہ علیہ	حافظ مومن خان عثمانی	30
حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا خالد الحسینی	32

رد قادیانیت

احتساب قادیانیت جلد ۵۹ کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	34

متفرقات

تبصرہ کتب	مولانا عبداللہ معتصم	54
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	55

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ الیوم

گیمبیا میں بھی قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا

گیمبیا مغربی افریقہ کا مسلم اکثریتی ملک ہے۔ ۲۴؍جنوری ۲۰۱۵ء کو گیمبیا کے سرکاری ٹی.وی پر ایک رپورٹ نشر ہوئی۔ جو بعد میں مختلف ویب سائٹس پر بھی اپ لوڈ کی گئی۔ اس رپورٹ کا خلاصہ بمع حوالہ جات ذیل میں آپ ملاحظہ فرمائیں:

رپورٹ میں بتایا گیا کہ ۱۹۵۰ء سے قادیانی گروہ نے گیمبیا میں الحادی وارتدادی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ گیمبیا کے علماء کرام اور دینی قیادت نے قادیانیوں کے خلاف عظیم خدمات سرانجام دیں اور عوام وخواص پر واضح کیا کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا اسلام یا مسلم امت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ غیر مسلم گروہ ہے۔ ان علماء کرام میں سابق امام رتیب، بنجول کے امام محمد لامین بہ، گجور کے شیخ خطاب بوجانگ، سطو کے شیخ کارالانگ کنیحہ، کیانگ کے شیخ محمد لامین فیدرا، گجور کے شیخ عمر بن جنگ اور تلندنگ کے شیخ جبرائیل مہدی کجابی شامل ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے) چنانچہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ علماء کرام برابر اپنی تبلیغی کوششیں جاری رکھے رہے۔ گیمبیا میں مذہبی امور سے متعلق ملک کا سب سے بڑا ادارہ ’’سپریم اسلامک کونسل‘‘ میں قادیانیوں کا مسئلہ پیش ہوا جس میں حضرات علماء کرام نے اپنا موقف پیش کیا۔

گیمبیا کے مسلمانوں کے رہنما اور سرکاری طور پر اسٹیٹ ہاؤس کے امام حاجی عبدالعلی فاتے نے نومبر۲۰۱۴ء میں یہ معاملہ اٹھایا تھا کہ قادیانی مسلمانوں سے مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ لہٰذا انہیں غیر مسلم قرار دیتے ہوئے ان کی بطور مسلم تبلیغ پر پابندی عائد کی جائے۔ جس پر قادیانیوں نے حاجی عبدالعلی کا مذاق اڑایا کہ ایک سیکولر ملک میں کسی کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ کسی کے مذہب کا فیصلہ کرے۔ یہ معاملہ سپریم اسلامک کونسل میں لے جایا گیا اور سپریم کونسل نے طویل بحث کے بعد جنوری ۲۰۱۵ء کے آخری ہفتے میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے قادیانی جماعت کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اپنے فیصلے میں کونسل نے پاکستانی علماء کے ۱۹۵۳ء کے اتفاق رائے اور قادیانیوں کے خلاف تحریک ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے فیصلے سمیت سعودی حکومت اور جامعہ ازہر مصر کے فیصلوں کا حوالہ دیتے ہوئے قادیانی گروہ کو اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ کونسل کا یہ فیصلہ سرکاری ٹی وی اور سرکاری اخبارات پر نشر اور شائع کیا گیا۔ پوری دنیا کے مسلمانوں نے گیمبیا کے اس خوش کن اور دانشمندانہ فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ گیمبیا کی مرکزی اسلامی کونسل نے جو کہ ملک میں دینی معاملات سے متعلق عمومی سرگرمیوں کا واحد ذمہ دار ادارہ ہے، حضور اکرم ﷺ کی حدیث (الدین النصیحہ) کی بنیاد پر کہا ہے کہ دین ایک نصیحت ہے اور یہ کونسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ گیمبیا میں دین اسلام سے متعلق کسی بھی قسم کی غلط فہمی کو مستند حوالہ جات سے دور کرے۔ اس

لئے کونسل، عوام الناس بالخصوص مسلم امہ کے سامنے قادیانیت کے متعلق مسلم امہ کا موقف پیش کرتی ہے۔ دنیا بھر کے اسلامی علماء جن میں پاکستان کے علمائے کرام بھی شامل ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ احمدیہ جماعت مسلمان نہیں۔ درحقیقت، ان سب دلائل کے باوجود جو کہ احمدیہ جماعت قرآن اور حدیث سے پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے، ان کے عقائد کی بنیاد مندرجہ ذیل غلط ستونوں پر ہے۔ وہ (قادیانی) اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہے۔ (مرزا قادیانی کی ہر کتاب کے ٹائٹل پر یہ دعویٰ لکھا گیا ہے) وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی و رسول تھا۔ (دافع البلاء ص۱۱، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷، ایک غلطی کا ازالہ ص۱)

قادیانی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ''اللہ عزوجل روزہ رکھتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ نماز پڑھتا ہے۔'' (تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا ص۳۵۸، طبع سوم)

''اللہ تعالیٰ سوتا ہے جاگتا ہے۔'' (تذکرہ ص۳۶۰، طبع سوم)

''اللہ دستخط کرتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۵۵)

''اللہ غلطیاں کرتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ جماع بھی کرتا ہے۔'' (مرزا قادیانی سے اس کے مرید کی روایت، اسلامی قربانی ص۱۲)

قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ: ''نبوت آنحضرت پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے اور خدا ضرورت کے وقت نبی بھیجتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۰، ۳۹۱)

''مرزا غلام احمد تمام انبیاء سے افضل ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۸۹، ۱۰۷)

''قادیانی کہتے ہیں کہ غلام احمد کے لائے ہوئے قرآن کے علاوہ کوئی قرآن نہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۸۴، تذکرہ ص۶۷۴، طبع سوم)

''مرزا کی تعلیمات کی روشنی کے سوا کوئی حدیث نہیں۔'' (اعجاز احمدی ص۳۰)

''قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ جو مرزا کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔'' (تذکرہ ص۶۰۷، طبع سوم)

''قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں سے رشتہ لینا دینا جائز نہیں۔''

(ملائکۃ اللہ ص۴۶، از مرزا محمود، کلمۃ الفصل ص۱۶۹، سلسلہ احمدیہ ص۸۴، ۸۵، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

''قادیانی عقیدہ کے مطابق غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۸ حاشیہ)

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے گیمبیا کے دور دراز کے دیہاتوں میں بہت تفرقہ پیدا کیا ہے۔

احمدیہ جماعت سے متعلق مسلمانوں کا موقف

۱۹۵۳ء میں پاکستان کے لوگوں نے احتجاج کیا اور اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس وقت کے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کو فارغ کیا جائے اور قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت سمجھا جائے۔

پاکستان کی قومی کونسل (مرکزی پارلیمنٹ) نے قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد کے ساتھ مباحثہ کیا۔ پارلیمنٹ نے فیصلہ دیا اور قادیانیوں/احمدیوں کو غیرمسلم اقلیت تسلیم کیا گیا۔

الازہر شریف میں اسلامک ریسرچ اکیڈمی نے اپنے فتویٰ کی تجدید کی کہ احمدیہ کے پیروکار غیرمسلم ہیں اور اس امر کی تصدیق کی کہ اس عقیدہ کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

یکم ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ بمطابق اپریل ۱۹۷۴ء مسلم ورلڈ لیگ کے ہیڈ کوارٹرز مکہ میں ایک جنرل کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں دنیا بھر سے بین الاقوامی اسلامی تنظیموں کے نمائندگان اور ملکی سطح کے ممبران نے شرکت کی۔ کانفرنس نے اس گروہ کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا اور حکومتوں اور مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ وہ اس پیش آنے والے خطرے کے خلاف جدوجہد کریں اور احمدیوں سے کوئی معاملہ نہ رکھیں۔ اس لئے گیمبیا کی مرکزی اسلامی کونسل یہ فیصلہ دیتی ہے کہ احمدیہ جماعت ایک غیرمسلم گروپ ہے اور یہ بات دنیا بھر کی علمی مجالس کے قانونی فیصلہ کے عین مطابق ہے اور یہ اعلان کیا گیا کہ یہ گروہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور مسلمانوں کو تاکید کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے کہ اس گروہ کے ساتھ مذہبی معاملات نہ رکھیں۔ اس پر گیمبیا کے صدر یحییٰ ابوبکر نے اپنے حکم کے ذریعے اس فیصلے کو نافذ کر کے بحث ہی ختم کر دی کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ کہ گیمبیا میں وہ خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے۔ فللّٰہ الحمد!

وہ لوگ جو قادیانیوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں وہ غور فرمائیں کہ قادیانی کفر کس طرح پوری دنیا میں ایک حقیقت بن گیا ہے۔ اس سے صرف نظر کرنا حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

قارئین لولاک سے ضروری گزارش!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اعزاز ہے کہ ملک میں شائع ہونے والے تمام رسائل میں سب سے کم قیمت پر ماہنامہ لولاک شائع ہوتا ہے۔ پھر سالانہ چندے کی وصولی کی خاطر مجلس کے مبلغ اپنے اپنے حلقہ میں جاکر وصولی بھی کرتے ہیں۔ ماہنامہ لولاک کے انفرادی خریداروں کی تعداد تقریباً چھ ہزار ہے۔ لیکن سال ۱۴۳۶ھ کے چار ماہ گزرنے کے بعد بھی ابھی تک صرف اور صرف تین ہزار خریداران کی رقم موصول ہوئی ہے۔ نیز ایسے خریدار بھی ہیں جن کے ذمہ دو سال کے بقایا جات ہیں۔ بقایا جات کی عدم ادائیگی کے باوجود رسالہ بند کرادیا جاتا ہے۔ جو انتہائی نامناسب بات ہے۔ آپ حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ خالصتاً دینی جذبے کے تحت ہونے والے کام میں معاونت فرمائیں اور اپنے بقایا جات کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنائیں۔ تاکہ ماہنامہ لولاک کی ترسیل بغیر کسی تعطل کے آپ کو جاری رکھی جاسکے۔ یہ آپ کے ذمہ مجلس کا قرض بھی ہے اور مجلس کے ساتھ معاونت بھی۔ بصورت دیگر ماہنامہ لولاک کی ترسیل کو روکنا ہمارے لئے ناگزیر ہوجائے گا۔

امید ہے کہ اس اہم مسئلہ پر فوری عمل درآمد فرمائیں گے۔ اجرکم علیٰ اللہ تعالیٰ!

معجزۂ نبوی

مولانا ظفر علی خانؒ

> ذیل میں جو واقعہ ذکر کیا جارہا ہے۔ وہ قارئین لولاک نے متعدد مرتبہ سنا اور پڑھا ہوگا۔ لیکن مولانا ظفر علی خان مرحوم نے اسے اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرمایا تھا جو ہمیں ایک پرانے رسالے ''الارشاد جدید'' کراچی سے ملا ہے۔ آپ بھی استفادہ کیجئے:

سلطان نورالدین شہید محمد بن زنگیؒ کا شمار ان نفوس قدسیہ میں ہے جو ایک عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے باوجود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جن کی نظروں میں تواناؤں اور ناتوانوں کی ایک حیثیت تھی۔ جن کا عدل اپنے اور بیگانے، مسلم اور مسیحی میں کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھتا تھا۔ جن کو دیکھ کر خیر القرون کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی تھی۔ اسلام کے اس بطل کا ذکر مشہور مورخ ''گبن'' نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

زنگی کے نامور بیٹے نورالدینؒ کی سپاہ گرانہ قابلیت نے دمشق کی حکومت کو حلب کے ساتھ ملا کر شام کی صلیبی طاقتوں کا سالہا سال تک کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ ہر معرکہ میں اپنے حلیفوں کو زک دے کر اس نے بتدریج اپنی قلمرو کی حدود کو دجلہ سے لے کر نیل تک وسیع کر دیا۔

خود لاطینی مسیحی بھی نہ صرف اپنی اس دشمن جانستان کی دانشمندی اور شجاعت بلکہ اس کے عدل وانصاف اور زہد واتقا کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔ روزمرہ کی زندگی اور اپنی سلطنت کے حسن نظم کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔ روزمرہ کی زندگی اور سلطنت کے نظم ونسق میں اس مجاہد اعظم نے خلفاء راشدینؓ کے اسلامی جوش اور سادگی کو تازہ کر دیا۔ اس کے محل میں سیم وزر اور دیبا وحریر کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اس کی مملکت کے طول وعرض میں بادہ کش شراب کی ایک بوند کو ترستے تھے۔ شاہی خزانہ رعایا کی ضروریات کے لئے وقف تھا۔ گھر غریبانہ تھا۔ خرچ، مال غنیمت کے اس حصہ میں سے پورا ہوتا تھا جو اسلامی فوج کے دوسرے سپاہیوں کی جائز مقدار میں اسے ہاتھ لگتا تھا۔ ایک دفعہ اس کی چہیتی ملکہ نے ٹھنڈے سانس لے کر تنگی خرچ کی شکایت کی۔ نورالدینؒ نے جواب دیا کہ بانو! افسوس ہے کہ تمہاری خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔ خدا کا خوف بیت المال کی طرف میرا ہاتھ بڑھنے نہیں دیتا۔ یہ مسلمانوں کا مال ہے۔ میں صرف اس کا امین ہوں اور اس میں سے ایک درہم کا بھی مستحق نہیں۔ البتہ حمص میں میری تین دکانیں موجود ہیں۔ ان پر تمہیں اختیار ہے۔ انہیں بیچ ڈالو۔ یا ان کے کرایہ سے اپنی ضرورت پوری کرلو۔

نورالدینؒ کا ایوان عدالت، زبردستوں کی ہیبت گاہ اور زیردستوں کی جائے پناہ تھا۔ سلطان کی وفات کے بعد یہ نقشہ بدل گیا اور دمشق کی گلیوں میں ایک مظلوم رو رو کر پکارتا ہوا سنا گیا کہ اے نورالدینؒ! تو کہاں ہے خاک سے اٹھ اور ہم ستم زدوں کی فریاد سن۔

۵۵۷ھ کا ذکر ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ ایک مرتبہ سلطان نورالدین کو متواتر تین رات خواب میں نظر آئے۔ ہر دفعہ دو شخصوں کی طرف اشارہ فرماتے کہ مجھے ان کے شر سے بچا۔ از بس کہ عالم رؤیا میں کوئی طاغوتی قوت حضور ختم المرسلین ﷺ کی شکل اختیار کرنے پر قادر نہیں ہے۔ یہ خواب از قبیل اضغاث احلام نہیں بلکہ منجملہ رویاء صادقہ تھا۔ سلطان کی فراست ایمانی نے اسے یقین دلایا کہ مدینہ منورہ میں ضرور کوئی نہ کوئی واقعہ فاجعہ ایسا ظہور پذیر ہوا ہے جس سے آقائے دو جہاں کی روح مبارک بے قرار ہے۔ تیسری بار جب حضور ﷺ تشریف لائے ہیں تو رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ سلطان اسی وقت بستر سے اٹھا اور بہت سا خزانہ اپنے ہمراہ لے کر ۲۰ مقربان دولت کے ساتھ دمشق سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔

سولہ دن کے سفر کے بعد مدینہ پہنچ کر سلطان نے خزانے کا منہ کھول دیا اور منادی کرادی کہ اہل مدینہ پر آج درہم و دینار کی بارش ہوگی۔ ہر چھوٹا بڑا اس خبر کے سنتے ہی بارگاہ سلطانی کی طرف دوڑ پڑا۔ ہر شخص باری باری سے باریاب ہوتا تھا اور انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر رخصت ہو جاتا تھا۔ اسی طرح سارا شہر سلطان کی نظر سے گذر گیا۔ مگر وہ موذی جو خواب میں دکھائی دیئے تھے اور جن کا حلیہ پتھر کی لکیر کی طرح سلطان کے دماغ پر نقش تھا، نظر نہ آئے۔ آخر سلطان نے روضہ نبوی کے بعض خدام سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا جو انعام لینے نہ آیا ہو۔ انہوں نے کہا:

اور تو سب لوگ حاضر ہو چکے ہیں۔ فقط دو خدا رسیدہ بزرگ نہیں آئے جو مغرب (مراکش) کے رہنے والے ہیں اور دن رات عبادت میں مشغول رہنے کے باعث کسی سے نہیں ملتے۔ سلطان نے کہا کہ ان دونوں کو بھی اسی وقت حاضر کیا جائے۔ کچھ دیر کے بعد وہ آدمی سلطان کے سامنے لائے گئے۔ سلطان نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور ایک نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی دو شخص ہیں کہ جن کی طرف حضور ﷺ نے خواب میں اشارہ کیا تھا۔ پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ کہا کہ روضہ مطہرہ کے مغرب کی جانب مسجد کی دیوار سے لگا ہوا ایک ویران سا مکان ہے۔ ہم اسی میں رہتے ہیں۔

سلطان نے انہیں تو وہیں چھوڑا اور خود سیدھا اس مکان میں پہنچا۔ مکان میں داخل ہو کر اس نے ہر طرف متجسسانہ نگاہ ڈالی۔ سامان مختصر سا تھا۔ مگر جس قدر تھا مکینوں کے زہد و تقویٰ کا زبان حال سے شہادت دے رہا تھا۔ طاق پر قرآن مجید رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ کتابیں بھی تھیں۔ جن کے سارے مضامین نصیحت و موعظت سے بھرپور تھے۔ ایک کونے میں مساکین وفقراء میں تقسیم کرنے کی غرض سے رسد کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ فرش پر ایک بہت بڑا بوریا بچھا ہوا تھا۔ ان میں کوئی چیز بجائے خود قابل اعتراض نہ تھی۔ سلطان حیران تھا کہ اب کیا کرے۔ آخر اسی قدسی جذبہ نے جو اسے دمشق سے کشاں کشاں مدینہ لے آیا تھا۔ اس کا ہاتھ بوریئے کی طرف بڑھایا کہ دیکھے تو سہی اس کے نیچے کیا ہے۔ بوریئے کا اٹھانا تھا کہ ایک خوفناک حقیقت کا انکشاف ہوا۔ ان ملعونوں نے جن کے تقدس کا گھر گھر چرچا تھا، ایک نقب لگا رکھی تھی جس کا منہ حجرہ نبوی کی طرف تھا۔ پاس ہی ایک گڑھا تھا جس میں کھدی ہوئی مٹی بھر دی جاتی تھی اور جب رات ہوتی تھی تو یہ نقب زن تھیلیوں میں بھر بھر کر بقیع کے میدان میں ڈال آتے تھے۔

سلطان نے دونوں خبیثوں کو موقع پر طلب کر کے غضب ناک لہجے میں پوچھا کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ حرکت تم نے کیوں کی؟ پہلے تو انہوں نے واہی تباہی باتیں کرنی شروع کیں۔ لیکن جب شکنجۂ عقوبت میں کھینچے گئے اور موت سر پر منڈلاتی دیکھی تو اس خیال سے کہ اب اخفائے راز بے سود ہے۔ نڈر ہو کر بولے کہ ہم نصرانی ہیں۔

ہماری قوم نے ہمیں اس مقدس خدمت پر مامور کیا تھا کہ ہم مراکشی حاجیوں کے بھیس میں مدینہ والوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے نقب لگا کر تمہارے (معاذ اللہ) جھوٹے پیغمبر کی قبر تک جا پہنچیں اور اس کی لاش کو بے آبرو کر کے یہاں سے لے جائیں۔ ہمارا کام ختم ہی ہو چکا تھا اور نقب قبر تک پہنچ گئی تھی۔ دفعتاً آسمان پر بادل گرجا۔ جھکڑ چلنا شروع ہوا۔ زلزلہ آیا اور اس کے بعد تم آ پہنچے۔

سلطان کی اس وقت عجیب حالت تھی۔ قلب الٹ گیا اور جگر پانی ہو کر آنکھوں میں آ گیا۔ اتنا رویا اتنا رویا کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر سراپا جلال اٹھا اور تلوار کھینچ کر نقب ہی کے کنارہ دونوں کی گردنیں اڑا دیں اور ان کی ناپاک لاشیں آگ کے ایک دہکتے ہوئے الاؤ میں ڈلوا دیں کہ رسول خدا ﷺ کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کا یہی حشر ہونا چاہئے۔ اس کے بعد سلطان کے حکم سے حجرہ نبوی کے گرد ایک عمیق خندق کھودی گئی۔ جسے پگھلے ہوئے سیسہ سے پاٹ دیا گیا۔ تا کہ پھر کسی خبیث نقب زن کا گستاخ ہاتھ حضور رحمت عالمیان ﷺ کی آرام گاہ تک نہ بڑھ سکے۔

اس واقعہ کو پیش آئے ہوئے تقریباً سات سو پچاسی سال گزر چکے ہیں۔ (حضرت مولانا کے دور کی بات ہے) اس وقت دمشق مسلمانوں کی زیر نگین تھا اور چند سال بعد صلاح الدین ایوبیؒ کا مقدس ہاتھ بیت المقدس کی بلندیوں پر اسلام کا علم از سر نو نصب کرنے والا تھا۔ تیغ بکف مجاہد بے تاب تھے۔ صلیب پرستوں کی مجال نہ تھی کہ مکہ اور مدینہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ تسخیر حجاز کا گستاخانہ عزم رجنالڈ ڈی شاہلان کی زبان سے اچھی طرح ادا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ نور الدین زنگیؒ کی کفر توڑ تلوار کی طرح صلاح الدین ایوبیؒ کی شمشیر خون آشام صاعقہ قہر ذوالجلال بن کر اس کی گردن پر تھی۔ مگر آہ! آج حالت کچھ اور ہے:

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟ — ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

سالانہ ختم نبوت کانفرنس سکھر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۸؍مارچ کو مرکزی جامع مسجد بندر روڈ میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت حضرت مولانا عبدالقیوم ہالیجی شریف نے فرمائی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا اللہ وسایا مرکزی خازن، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا تجمل حسین، مولانا مدثر تھانوی اور مولانا ناصر احمد سومرو نے بیانات فرمائے۔ قاری خلیل احمد بندھانی کی وفات پر اظہار غم اور ایصال ثواب کیا گیا۔ گیمبیا میں قادیانیوں کے متعلق حکومتی فیصلے کا خیر مقدم کیا گیا اور وہاں کے حکمران کو اتنا عظیم اور خوش کن فیصلہ کرنے پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ کانفرنس کے شرکاء نے باہمی اتفاق سے قرارداد منظور کی کہ فرانس کے جریدے کی گستاخی کی وجہ سے فرانس سے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ فرانس کے سفیر کو بلا کر تنبیہ کی جائے۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مولانا بشیر احمد، مولانا عبداللطیف ہاشمی، حافظ محمد رمضان نعمانی، حافظ محمد امیر معاویہ، محمد مبشر، محمد انس، محمد ادریس اور دیگر مقامی حضرات نے بھرپور تعاون کیا۔ اختتامی دعا حضرت مولانا عبدالقیوم ہالیجوی نے فرمائی۔

ابو سائب حضرت عثمان ابن مظعونؓ

حافظ محمد انس

حضرت ابوسائب عثمان بن مظعونؓ ان صحابہؓ میں سے تھے جن کے قلوب روشن، قوت فکریہ کامل اور طبیعتیں سلیم تھیں۔ اس لئے آفتاب اسلام کی کرن پھوٹتے ہی وہ شراب توحید سے سرشار ہو کر الفضل للمتقدم کے مصداق بن گئے اسلام قبول کرتے ہی آپ نے اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا اور کہا: ''میں ایسی چیز نہیں کھاؤں گا جو میری عقل کو بے کار کر دے اور مجھے مجنون سمجھ کر ایسا شخص میرا مذاق اڑائے جو مرتبہ میں مجھ سے کم ہیں۔''

جو مصائب و آلام کفار کی جانب سے پیش آئے ان کو آپ اپنے ساتھیوں کی طرح خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ حبشہ کی ہجرت میں مہاجرین کے امیر بن کر ہجرت کی۔ مدینہ کی ہجرت میں بھی اپنے تینوں بیٹوں، سائب، قدمہ اور عبداللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ مدینہ میں حضور ﷺ نے آپ کے اور ابوالہیثم ابن التیہان انصاری کے درمیان میں بھائی چارگی قائم کرائی۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ زہد و تقویٰ اور مکارم اخلاق کے اعتبار سے بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے آپ کے حلیہ کے سلسلہ میں لکھا ہے:

آپ نے اللہ کی دعوت قبول کرنے میں پہل کی اور بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیئے اور عبادت گزاری میں مستعد اور لڑائی میں نہایت دلیر تھے۔ آپ کو دنیا نے نقصان نہیں پہنچایا اور نہ بلند مراتب حاصل کرنے میں آڑے آئی اور آپ نے اپنے محبوب باری عزاسمہ سے ملاقات میں بہت جلدی کی جس کی وجہ سے ہر قسم کے مصائب سے بے غم ہوئے۔

عثمان بن مظعونؓ نے ہر قسم کی خواہشات کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ یہاں تک کہ بیوی سے بھی الگ رہتے تھے اور کھانے پینے کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ دن کو روزے رکھتے اور رات کو خدا کی عبادت میں گزارتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے اوپر ظاہری طور پر بھی زہد و تقویٰ کا رنگ نکھر آیا۔ ایک روز مسجد میں آئے تو آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ چادر تھی۔ جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ بہت متاثر ہوئے۔ عثمان بن مظعونؓ نے جب اپنی بیوی سے ملنا چھوڑ دیا تو بیوی پر یہ بات گراں گذری اور انہوں نے زینت وغیرہ کو ترک کر دیا۔ ایک روز وہ نہایت میلے کپڑے پہنے ہوئے پراگندہ حال ازواج مطہراتؓ کے پاس گئیں تو ازدواج مطہرات نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے اپنی ایسی حالت بنا رکھی ہے؟ تو جواب میں اپنے شوہر عثمان بن مظعونؓ کے زہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ رات تو ان کی عبادت میں گزرتی ہے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ سے ملاقات کر کے کہا کہ عثمان! کیا تمہارے سامنے میرا اسوہ نہیں ہے؟ حضرت عثمان نے جواب دیا: میری جان اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ ہاں! آپ ﷺ کا اسوہ میرے سامنے ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم دن کو روزے رکھتے ہو اور رات کو عبادت میں

گزاردیتے ہو؟ تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: ہاں! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ایسا مت کرو۔ ہر مسلمان پر اس کے نفس اس کے بدن اور بیوی کا بھی تو حق ہوتا ہے۔ لہٰذا تم جاؤ۔ نماز بھی پڑھو۔ سویا بھی کرو اور روزے بھی کچھ رکھ لیا کرو اور افطار بھی کیا کرو۔

حضرت عثمانؓ نے نبی کریم ﷺ کی ہدایت پر عمل کیا اور جو سختی اپنے اوپر برداشت کرتے تھے اس میں تخفیف کردی۔ بیان کیا جاتا ہے اب جوان کی بیوی ازواج مطہرات کے پاس آئیں تو نہایت خوش وخرم تھیں اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئی تھیں۔ حبشہ کی ہجرت کے بعد جب سورۂ والنجم نازل ہوئی تو اکثر مسلمان حبشہ سے لوٹ آئے۔ ان میں حضرت عثمان بھی تھے۔ مگر مکہ میں رہنا ان کے لئے دشوار معلوم ہوا۔ اس لئے ایک لشکر کے ساتھ ولید بن مغیرہ کی پناہ میں مکہ آیا جایا کرتے تھے۔ مگر ان کے علاوہ اور مسلمانوں کا حال ناگفتہ بہ تھا۔ جب عثمانؓ نے اپنے ساتھیوں کی مصیبت دیکھی اور اپنے کو مامون پایا تو اپنے جی میں کہا: واللہ! یہ تو میرا بہت بڑا قصور ہے کہ میں آرام سے صبح وشام بسر کروں اور میرے ساتھی مصیبت میں مبتلا رہیں۔ لہٰذا ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے عبد شمس! تمہاری ذمہ داری پوری ہو گئی۔ میں اب تمہاری حفاظت سے نکلنا چاہتا ہوں۔ تو ولید بن مغیرہ نے کہا: کیوں بھائی ایسا کیوں کررہے ہو؟ کیا میری قوم میں سے کسی نے تمہیں اذیت پہنچائی ہے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا: نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہاری حفاظت تمہیں واپس دے دوں اور اپنے کو خدا کی حفظ وامان کے حوالے کردوں تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں نے تمہیں پناہ علانیہ طور پر دی تھی۔ اس لئے حرم میں تم چلو اور وہیں اس کا اعلان کرو کہ میں ولید بن مغیرہ کی پناہ سے نکلتا ہوں۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ ولید کے ساتھ حرم میں گئے اور وہاں ولید نے لوگوں کے سامنے اعلان کیا کہ یہ عثمان ہیں۔ انہوں نے میری پناہ کو واپس کردیا۔ حضرت عثمانؓ نے تصدیق کی اور کہا میں نے اسے عہد میں پختہ پایا۔ لیکن میں سوائے خدا کے کسی اور کی حفاظت میں رہنا نہیں چاہتا۔ اس لئے میں نے اس کی امان کو واپس کردیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور اس میں ولید اپنا شعر سنا رہا تھا کہ۔

کل شیء ما خلا اللہ باطل (سنو! سوائے خدا کے تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں)

حضرت عثمانؓ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر ولید نے مصرعہ ثانی پڑھا۔

وکل نعیم لا محالة زائل (تمام نعمتیں یقیناً ختم ہو جانے والی ہیں)

اس کی حضرت عثمانؓ نے تکذیب کی جس کی وجہ سے ولید کبیدہ خاطر ہوا اور بیٹھنے والوں سے کہا کہ اے قریش کی جماعت! واللہ تمہارے ساتھی کو اس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ یہ کہاں سے تم میں آ گیا۔ انہیں میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ بے وقوفوں میں سے ایک بے وقوف ہے جنہوں نے ہمارے دین سے کنارہ کشی کرلی ہے۔ لہٰذا اس کی بات سے کبیدہ خاطر مت ہو۔ جب یہ بات حضرت عثمانؓ نے سنی تو جو کچھ کہنا تھا کہا۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور عثمانؓ کی ایک آنکھ پر ایک طمانچہ مارا۔ جس کی وجہ سے آپ کی بینائی جاتی رہی۔ ولید بن مغیرہ نے خوش ہو کر کہا کہ اگر تم میری حفاظت میں ہوتے تو تمہاری آنکھ کو یہ ضرب نہ پہنچتی۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ واللہ میری صحیح آنکھ کا

تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ بھی اللہ کی راہ میں ختم ہو جائے اور میں اللہ کی حفاظت میں ہوں جو بڑی عظمت والا ہے اور شعر پڑھا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:(اگر میری آنکھ کو خدا کی رضا مندی کے سلسلہ میں کسی ملحد اور گمراہ شخص کے ہاتھوں ضرب پہنچی ہے تو مجھے اس کا افسوس نہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے میری آنکھ کے بدلہ ثواب متعین کر رکھا ہے اور اے قوم! جس سے خدا راضی ہو جائے بس وہی نیک بخت اور کامیاب ہے)

اگرچہ تم لوگ مجھے گمراہ، بے وقوف کہتے ہو مگر میں محمد ﷺ کے دین پر ہوں اور اس دین سے اللہ کی رضا مندی چاہتا ہوں اور حقیقت میں جس دین پر میں ہوں وہی دین حق ہے۔ چاہے مجھ سے عداوت اور دشمنی کرنے والے لوگوں کو ناپسند ہو۔

حضرت عثمانؓ غزوہ بدر کی شرکت کے بعد شعبان میں ہجرت کے تیسرے سال کے نصف میں اس عالم فنا سے رخصت ہو گئے اور جب آپ کی وفات ہوئی تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کی طرف سر کو جھکایا۔ پھر اٹھایا ایسے ہی تین دفعہ کیا اور آپ سسک رہے تھے تو صحابہؓ نے بھی اس کا احساس کیا اور سب کے سب رونے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا:''استغفر اللہ استغفر اللہ ''(میں اللہ سے عثمان کے حق میں مغفرت طلب کرتا ہوں) اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کی طرف جھکے اور بوسہ لیا اور کہا:''رحمک اللہ یا عثمان '' کہ تم پر اے عثمان! خدا کی رحمت ہو۔ تمہیں دولت سے کوئی نقصان نہیں پہنچا اور نہ دنیا کو آپ سے کوئی نقصان پہنچا۔

حضرت عثمانؓ کی بیوہ نے حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:''یارسول اللہ! یہ آپ کے شہ سوار بھی تھے اور ساتھی بھی۔''

آپ کے جنازے کی نماز نبی کریم ﷺ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ مدینہ میں مہاجرین میں سب سے پہلے وفات حضرت عثمان بن مظعونؓ کی ہوئی اور سب سے پہلے صحابی ہیں جو جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ حضور ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ہم میں سے سب پہلے جانے والے حضرت عثمان بن مظعونؓ ہیں۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات پر ان کی بیوہ نے کہا:''اے ابوسائب! تمہیں جنت مبارک'' نبی کریم ﷺ نے حال دریافت کیا تو جواب میں حضرت عثمانؓ کی بیوہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ دن کو روزے رکھتے تھے اور رات کو عبادت میں گزارتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو یوں کیوں نہیں کہتی کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی بیوہ نے مرثیہ میں اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

اے آنکھ! عثمان بن مظعونؓ کے چلے جانے کی مصیبت پر اس طرح آنسوؤں کی سخاوت کر کہ کبھی ختم نہ ہوں...... عثمان ایسے آدمی تھے جنہوں نے اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی زندگی ختم کر دی۔ لہٰذا اس مدفون اور یہاں سے چلے جانے والے شخص کے لئے خوشخبری ہو...... ان کے لئے بقیع بہترین سکونت کی جگہ ہے اور اس نے ان پر اپنا پردہ ڈال دیا ہے اور ان کی وجہ سے وہاں کی زمین تاریکی کے بعد روشن ہوگئی...... اور اس نے اپنا غم میرے قلب کے لئے میراث میں چھوڑا ہے جو موت سے پہلے ختم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کے لئے میری آنکھیں کب تک آنسو بہاتی رہیں گی۔

روایت ہے کہ جب نبی کریمﷺ کی صاحبزادی رقیہؓ کی وفات ہوئی تو آپﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ہمارے سلف نیک بخت عثمان بن مظعونؓ سے مل جاؤ۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ام العلاء انصاریہ کے گھر میں حضرت عثمانؓ کی وفات ہوئی تھی۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ عثمان بن مظعونؓ کے لئے آب شیریں کا چشمہ جاری ہے۔ جب حضورﷺ سے اپنے خواب کو بیان کیا تو آپﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کا عمل ہے۔ جسے تم نے چشمہ کی صورت میں دیکھا ہے۔ نبی کریمﷺ نے حضرت عثمانؓ کے دفن کے بعد اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک پتھر لا کر عثمانؓ کے سر کی طرف رکھ کر فرمایا: ''اس پتھر کو میں اپنے بھائی کی قبر کی نشانی بناتا ہوں اور اس کے قریب اپنے خاندان کے اموات کو دفن کروں گا۔'' (مشکوٰۃ)

کاروان آخرت

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سٹی ایبٹ آباد کے ناظم اعلیٰ حاجی سردار قیصر لطیف مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ وہ آل ٹریڈرز یونین فیڈریشن کے چیئرمین بھی تھے۔ ایبٹ آباد کے دینی، سماجی اور سیاسی حلقوں میں وہ انتہائی قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں شمولیت کے بعد مختصر سے عرصے میں انہوں نے اپنی انتھک محنت اور جدوجہد سے کارکنوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ نومبر۲۰۱۴ء کو ایبٹ آباد میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں کی کامیابی میں انہوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔ جنوری ۲۰۱۵ء میں توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاجی ریلی ان کی تحریکی زندگی کی آخری مصروفیت ثابت ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل شبقدر چارسدہ کے امیر حضرت مولانا ایاز احمد حقانی کے والد بزرگوار ۱۴؍جنوری ۲۰۱۵ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تمام دینی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے رہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

☆...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کے خازن حافظ عبدالغفار شیخ والد محترم جناب شمس الدین شیخ انتقال کرگئے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند علماء کرام سے محبت کرنے والے اور حضرت ہالیجوی کے مرید خاص تھے۔ مرحوم جماعت کے ساتھ چلّے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ گھر سے جاتے ہوئے تمام عزیز واقارب کی دعوت کی اور ان سے کہا سنا معاف کرایا۔ جس دن وہ چلّے پر جارہے تھے تو احباب سے کہنے لگے کہ دعا کریں اللہ پاک اسی سفر میں موت دے۔ اللہ پاک نے دعا قبول فرمائی۔ چالیس دن پورے ہوگئے۔ جمرات کو چلہ پورا ہوا۔ ابھی مردان سے پنوعاقل کے لئے روانہ ہوئے تھے، اسلام آباد پہنچے کہ فرشتہ اجل آپہنچا۔ مرحوم کی عمر تقریباً ۵۸سال تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین اراکین دعاگو ہیں کہ اللہ پاک تمام مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین!

درسِ ختم نبوت ...... مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قسط نمبر:2

ضبط وترتیب: مولانا غلام رسول دین پوری

اب میں یہاں ایک بات آپ دوستوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔وہ یہ کہ’’الحمد‘‘ سے لے کر ’’والناس‘‘ تک آپ حضرات پورا قرآن مجید پڑھ جائیں۔قرآن مجید میں آپ کو یہ ذکر تو ملے گا کہ مسلمان، مؤمن وہ ہے جو اس وحی پر ایمان لائے جو آپ ﷺ سے پہلے ہوئی۔اس وحی پر بھی جو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہوئی۔’’یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (بقرہ:۴)‘‘ پورے قرآن مجید میں یہ صراحت ہے اور ایک نہیں پچیس، تیس سے بھی زیادہ آیتیں ہیں جہاں مؤمن کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے یا وحی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’اے محمد عربی! وحی وہ جو آپ سے پہلے بھیجی اور آپ پر بھیجی۔‘‘’’الحمد‘‘ سے لے کر ’’والناس‘‘ تک پورے قرآن مجید میں کوئی ایک جگہ بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کے بعد بھی کوئی وحی آئے گی۔آپ کے بعد بھی کوئی آئیں گے۔آپ کے بعد بھی کوئی کتابیں آئیں گی۔’’الحمد‘‘ سے لے کر’’والناس‘‘ تک اس کی ایک مثال نہیں ملتی۔حالانکہ میرے واجب الاحترام بھائیو! اگر حضور ﷺ کے بعد کسی کو وحی نبوت ہونی ہوتی تو پہلی وحی کی بنسبت آنے والی وحی کے ساتھ اس کا تذکرہ زیادہ ضروری تھا۔لیکن قربان جائیں اس بات کے، کہ قرآن مجید نے پہلے انبیاء کا تو ذکر کیا’’ما سبق‘‘ کا،’’مابعد‘‘ کا ذکر نہیں کیا۔یہ بات اتنی متعین ہے کہ جتنے پیغمبر بننے تھے، بن چکے۔حضور ﷺ کے بعد اب کوئی نہیں ہوگا۔

اس کے ساتھ ایک اور بات عرض کرتا ہوں۔رحمت عالم ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء ورسل تشریف لائے کوئی اس خطے کا نبی، کوئی اس خطے کا، کوئی مخصوص علاقے کا، کوئی مخصوص قوم کا، کوئی مخصوص برادری کا، مخصوص وقت کے لئے، مخصوص ٹائم کے لئے، مخصوص خطے کے لئے وہ انبیاء آئے۔سلسلۂ موسویہ کے جو آخری نبی تشریف لائے وہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ان کے متعلق بھی صراحت ہے۔’’ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران:۴۹)‘‘ ﴿وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔﴾

میرے واجب الاحترام بھائیو! میں استدعا کرتا ہوں آپ دوستوں سے کہ جب رحمت عالم ﷺ تشریف لائے تو اللہ نے تمام حدوں اور سرحدوں کو ختم کر کے اعلان کیا کہ:’’محمد عربی ﷺ! جہاں جہاں تک میری خدائی وہاں وہاں تک آپ کی نبوت۔‘‘ چنانچہ فرمایا:’’الحمد للہ رب العلمین ‘‘حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ’’وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین ‘‘دوستو! جس طرح کائنات کا کوئی چپہ میرے رب کی ربوبیت سے خالی نہیں۔اسی طرح کائنات کا کوئی چپہ محمد عربی کی نبوت سے بھی خالی نہیں۔ساری کائنات کے شرق وغرب، تحت الثریٰ، عرش معلّٰی، یہ بھی میں اپنی محدود سوچ کے بنا پر اس کی حدیں مقرر کر رہا ہوں۔جہاں جہاں تک خداوند کریم کی خدائی، وہاں وہاں تک محمد عربی ﷺ کی نبوت۔یہ تین اسلوب بیان عرض کئے۔

اب میں ایک بات اور بھی عرض کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے متعلق ایک اور بھی اعلان ہوا۔ آپ چمکتا دمکتا سورج ہیں۔ کبھی آپ توجہ کریں۔ اس امر پر کہ آپ، میں اور دنیا کا ہر آدمی رات کے اندھیرے سے بچنے کے لئے روشنی کا انتظام کرتا ہے۔ کوئی چراغ جلاتا ہے۔ کوئی دیا سلائی، کوئی موم بتی، کوئی لیمپ، کوئی گیس، اپنے اپنے طریقے پر لوگ انتظام کرتے ہیں۔ لیکن یہ سارے انتظامات اس وقت تک، جب تک سورج طلوع نہ ہو۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر ان روشنیوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوستو! جس طرح تمام روشنیوں کی انتہا سورج پہ ہوتی ہے۔ تمام نبوتوں کی انتہا محمد عربی ﷺ کی ذات پہ ہوتی ہے۔ سورج کی روشنی میں جہاں دن دیہاڑے دھوپ پڑ رہی ہے، روشنی ہے۔ روشنی میں، دھوپ میں، دن دیہاڑے اگر کوئی میدان میں چراغ جلائے گا تو دنیا اسے احمق کہے گی۔ حضور ﷺ کی نبوت کے ہوتے ہوئے اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا تو شریعت اس کو کفر کہے گی۔

میرے بھائی! میں آپ دوستوں کی خدمت میں بہت ہی ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ یہ تین چار صراحتیں ہیں۔ اس ضمن کی آپ حضرات اگر آیات تلاش کرنا چاہیں گے تو کثیر تعداد میں ملتی جائیں گی۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا گیا ہے: ”لیکون للعالمین نذیرا“ تمام انبیاء علیہم السلام آئے۔ ہر نبی نے یہ کہا کہ ”یاقوم، یاقوم، یاقوم“ اپنی اپنی قوم کو خطاب کیا۔ محمد عربی ﷺ آئے تو فرمایا: ”یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا“ تو اس میں کالے و گورے کی، اس میں سیاہ و سفید کی، عربی و عجمی کی، امریکی و افریقی کی، ایشیائی و غیر ایشیائی کی کوئی بحث نہیں۔ کل بنی آدم کی طرف میں رسول بن کے آیا ہوں۔ یہ محمد عربی ﷺ نے اعلان کیا اور ایک حدیث شریف میں بھی آتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”ارسلت الی الخلق کافة“ ﴿میں تمام عالم کی طرف بھیجا گیا ہوں﴾ آگے اس سے زیادہ وضاحت کی ”وختم بی النبیون“ ﴿اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی۔﴾ یہ بہت ساری تصریحات ہیں۔ ان عنوانات پر بالخصوص میرے مخدوم علماء کرام! میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ اس حوالے سے ان آیات پر غور کریں گے۔ رحمت عالم ﷺ کی جامعیت کے حوالے سے، یا قوم کے حوالے سے، انبیاء ماسبق کے تذکرے ہونے اور مابعد کے تذکرے نہ ہونے کے حوالے سے۔ پہلی وحی کے تذکرے ہونے اور بعد کی وحی کے تذکرے نہ ہونے کے اور تکمیل دین کے اعتبار سے۔ اس پر اگر غور کریں گے تو ایک سو (۱۰۰) آیت کریمہ ہے جو محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہے۔

اب آنا چاہتے ہیں ہم حدیث کی طرف۔ میں آپ دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مثالوں کے ساتھ سمجھیں۔ پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں سے حضور ﷺ کی امت افضل ہے اور حضور ﷺ کی تمام امت میں سے صحابہؓ افضل ہیں اور صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ افضل اعلیٰ اللہ نے بنایا حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو۔ یہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد میرے رب کی مخلوق میں سب انسانوں سے افضل و اعلیٰ۔ ہم دیکھتے ہیں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضور ﷺ کے ممبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔ صدیق اکبرؓ اس سیڑھی پر نہیں بیٹھے جس پر حضور ﷺ بیٹھتے تھے۔ صدیق اکبرؓ وہاں بیٹھے جہاں

حضور ﷺ کے قدم لگتے تھے۔ اگر صدیق اکبرؓ جیسی شخصیت رحمت عالم ﷺ کے منصب نبوت پر قدم نہیں رکھ سکتا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اب حضور ﷺ کے بعد منصب نبوت پر قدم رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں۔

آگے چلتے ہیں! میں دیکھتا ہوں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کو۔ ہمارے حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ یہ خوب بزرگ گذرے ہیں۔ آٹھ سو سے زیادہ ان کی کتابیں ہیں۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ کو ''ابن الکتب'' بھی کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا: انہوں نے چونکہ بہت زیادہ کتب لکھی تھیں۔ اس لئے ان کو ''ابن الکتب'' کہا جاتا ہے۔ لیکن خدا کے بندو! اگر تو کتب زیادہ لکھنے سے کوئی ''ابن الکتب'' ہوتے، تو پھر تو ''ابو الکتب'' کہنا چاہئے تھا۔ ''ابن الکتب'' نہیں۔ لیکن ان کا لقب ''ابن الکتب'' ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے والد گرامی بھی بہت بڑے عالم و فاضل آدمی تھے۔ ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ دور تھا کام کرنے کا۔ بیٹھے ذوق وشوق سے کام کر رہے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی والدہ کو کہا کہ میری المباری کی فلاں شیلف کی فلاں سائیڈ پر فلاں کتاب پڑی ہے۔ وہ اٹھالاؤ۔ مائی صاحبہ ان دنوں امید سے تھیں۔ کتاب اٹھانے کے لئے گئیں۔ تکلیف ہوئی۔ وہاں لیٹیں، اللہ کی شان! کتب خانہ میں علامہ سیوطیؒ کی پیدائش ہوئی۔ اس لئے ان کو ''ابن الکتب'' کہا جاتا ہے۔ یہ ہمارے حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ تھے۔ ایک روایت کے مطابق آٹھ سو اور ایک کے مطابق پانچ سو، چھوٹے رسائل کو بھی شامل کریں تو پھر آٹھ سو۔ اگر بڑی کتابوں کو لیں تو پانچ سو کے قریب کتابیں ہیں جو انہوں نے لکھیں، اور کتابیں بھی ایسی ایسی جو نادر روزگار تھیں۔ میرے خیال میں دنیا کا کوئی ایسا فن نہیں، جس پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے کتاب نہ لکھی ہو۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر میں ایک بحث اٹھائی ہے، جسے کہتے ہیں: ''موافقات عمرؓ'' کہ کتنی آیات ہیں جو زمین کے اوپر حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ نے حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق آسمانوں سے قرآن بنا کرنازل کر دیا۔ ''من کان رأیه موافقا للکتاب'' کہ یہ وہ واحد آدمی ہے حضرت عمرؓ، جو یہ کہہ دیتے تھے، اللہ ان کی بات قرآن بنا دیتے تھے۔ ایک دو نہیں، تین چار نہیں، بعض حضرات نے اٹھارہ کہیں، بعض نے بائیس کہیں۔ ایک مستقل ہمارے ہاں تفسیر کی کتابوں میں بحث ہے اور علامہ سیوطیؒ نے ان کو علیحدہ بھی نقل کیا ہے۔ یہ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ تھے۔ ان کے متعلق رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں ''لو کان بعدی نبی لکان عمر'' کہ لوگو! اگر میرے بعد کوئی نبی بنتا ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔

بھائی دوستو! میں درخواست کرتا ہوں آپ دوستوں سے کہ اس بات کو لوح قلب پر نقش فرمائیں کہ فاروق اعظمؓ جیسا شخص جن کے متعلق ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت خدیجہؓ اور عائشہؓ میں کیا فرق ہے؟ فرمایا: خدیجہؓ کا نکاح ہوا محمد بن عبداللہ سے اور عائشہؓ کا نکاح ہوا محمد رسول اللہ ﷺ سے۔ کسی نے کہا: حضرت! حضرت عمرؓ میں اور حضرت علیؓ میں کیا فرق ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھا ہے۔ فرمایا: حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ مرید مصطفیٰ تھے اور عمرؓ مراد مصطفیٰ (ﷺ) تھے۔ حضرت عمرؓ وہ شخصیت ہیں جن کے لئے نبوت خود جھولی پھیلا پھیلا کے رب کے حضور درخواست کرتی ہے کہ یا اللہ! مولائے کریم!

اگر دین اسلام کو نصرت دینی ہے، تو عمرؓ کو مسلمان فرمادے۔ عمرؓ مرادِ پیغمبر ہیں۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ، ان کے فضائل کو بیان کرنا یہ میرے موضوع سے متعلق نہیں۔ اہمیت دلانے کے لئے چند باتیں ضرور عرض کیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتے تو عمرؓ ہوتے۔ خدا کے لئے میرے بھائی! ہم مسکینوں کے اس کیس پر توجہ کرو کہ اگر رحمت عالم ﷺ کے بعد فاروق اعظمؓ نبی نہیں ہوسکتے، تو اور کوئی شخص نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ جن کے متعلق حضور ﷺ خود فرماتے ہیں کہ "بالقوۃ" ان میں نبوت والی استعداد موجود ہے۔ استعداد ہونے کے باوجود، سند ہونے کے باوجود صلاحیت ہونے کے باوجود چونکہ "ویکنسی" (عہدہ/ آسامی) خالی نہیں۔ لہٰذا عمرؓ بھی نبی نہیں۔ اگر سیدنا فاروق اعظمؓ جیسے آدمی جن کی رائے کے مطابق قرآن اترے، جن کی رائے کو آسمانوں پر پذیرائی ملے۔ اگر رحمت عالم ﷺ کے بعد وہ نبی نہیں ہوسکتے، تو یہ دلیل ہے صراحت کے ساتھ اس بات کی، کہ حضور ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

میرے بھائی! ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ! رب کریم کی طرف سے ان کو موقعہ ملا تھا۔ حضور ﷺ سے غالباً انتیس سال عمر میں چھوٹے ہیں۔ جس وقت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو ان کی نگاہ سب سے پہلے والدہ کے بعد محمد عربی ﷺ کے چہرے پر پڑی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کا بچپن، ان کی جوانی، ان کا صحابی ہونا، ان کا جوان ہونا، ان کی شادی، آپ ﷺ کے وصال مبارک تک سیدنا علی المرتضیٰؓ پوری امت میں سے واحد آدمی ہیں۔ جن کی شب وروز کا ہر لمحہ نبوت کی گود میں گزرا ہے۔ ان کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں رحمت عالم ﷺ تشریف لے جارہے ہیں۔ تو غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے آپ نے سیدنا علی المرتضیٰؓ سے فرمایا کہ بھائی علیؓ! میری عدم موجودگی میں مدینہ طیبہ کے آپ انچارج ہوں گے۔ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی تشریف لے جاتے تھے، باہر کسی غزوہ کے لئے تو اپنا جانشین مقرر فرمایا کرتے۔ سترہ دفعہ مختلف حضرات کو رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنا جانشین بنایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جو ہیں، جن کے متعلق عبس وتولی سورۃ مبارک نازل ہوئی۔ تین دفعہ ان کو حضور ﷺ نے اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ کبھی کسی کو، کبھی کسی کو۔ آج بلایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔ فرمایا: بھائی علیؓ! میری عدم موجودگی میں مسجد نبوی ہے۔ منبر ومحراب ہے۔ مدینہ طیبہ ہے۔ یہاں کے در و دیوار ہیں۔ یہاں کے کوچہ وبازار، یہاں کے معاملات، یہاں کی لڑائی جھگڑا، یہاں کی صلح وصفائی، ان سارے کاموں کے آپ انچارج ہیں۔ ہم جنگ پہ جارہے ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰؓ کے دل میں خیال آیا۔ کچھ دشمنوں نے بھی اس بات کو اڑایا کہ خوب بھائی! جتنے بہادر لوگ ہیں وہ تو رحمت عالم ﷺ کے ساتھ ہیں اور حضرت علیؓ اچھے شیر خدا ہیں کہ گھر میں، مدینہ طیبہ میں، جہاں لولے، لنگڑے، بیمار، اپاہج عورتیں ہیں، وہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تو سیدنا علی المرتضیٰؓ کے دل میں خیال آیا کہ رحمت عالم ﷺ مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ میں بھی اس سعادت سے محروم نہ رہتا۔ حضور ﷺ کو توجہ ہوئی تو آپ ﷺ نے بلا کر ارشاد فرمایا۔ بھائی علیؓ: آپ یہ سوچتے ہیں کہ میں آپ کو کمزوروں، بیماروں میں چھوڑے جارہا ہوں۔ تم یہ خیال نہیں کرتے کہ "انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ" "تمہاری تو میرے ہاں وہ کیفیت اور مرتبہ ہے جو سیدنا

موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کی تھی۔ موسیٰ گئے تھے طور پر، تو جانشین اپنے بھائی ہارون کو بنا کر جا رہے تھے۔ آج میں محمد (ﷺ): اپنے بھائی علیؓ کو اپنا جانشین بنا کر جا رہا ہوں۔ ''انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ'' تم میرے اسی طرح جانشین ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

یہاں پر بھائی! ایک سوال پیدا ہوتا تھا۔ اگر آپ توجہ کریں گے تو احسان ہوگا۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا تھا اور وہ یہ کہ حضور ﷺ نے اپنے آپ کو تشبیہ دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نبی، محمد عربی بھی نبی، سیدنا علی المرتضیٰؓ کو تشبیہ دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام سے۔ ہارون علیہ السلام بھی نبی۔ سوال ہو سکتا تھا کہ شاید علی المرتضیٰؓ بھی نبی ہوں: میرے ماں باپ روح وجسم قربان محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت کے مسئلہ پر۔ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید ہارون علیہ السلام کی طرح علیؓ بھی نبی۔ فوراً حضور ﷺ نے فرمایا: ''اما ترضیٰ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی'' بھائی علیؓ! آپ میرے اس طرح جانشین ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ مگر خیال رہے کہ ہارون نبی تھے۔ محمد عربی کے بعد نبی کوئی نہیں۔

میرے واجب الاحترام بھائیو! رحمت عالم ﷺ کے بعد اگر صدیق اکبرؓ نبی نہیں ہو سکتے، فاروق اعظم نبی نہیں ہو سکتے۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نبی نہیں ہو سکتے۔ تو مرزا کذاب کیسے اس مرتبہ عالیہ پر فائز ہو سکتا ہے؟ اچھا بھائی! یہاں پر ایک بات اور بھی عرض کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریعی نبی تھے۔ صاحب شریعت نبی تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام صاحب شریعت نبی نہیں تھے۔ ان کو حکم تھا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تبلیغ کرو۔ غیر تشریعی نبی تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ہارون کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یعنی میرے بعد تشریعی بھی کوئی نبی نہیں۔ غیر تشریعی بھی کوئی نبی نہیں۔ کل کوئی کہیں، حرص وہوا کا مریض، قادیان کا دہقان کھڑا ہو کے یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ میں تشریعی نبی تو نہیں، غیر تشریعی نبی ہوں۔ محمد عربی ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اس سوال کا جواب دے کر جھوٹے مدعی نبوت کا سدباب کر دیا۔ ''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین''

تحفظ ختم نبوت کانفرنس کندھ کوٹ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کندھ کوٹ کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت وپیغام مصطفےٰ کانفرنس جامع مسجد صدیق اکبر میں حضرت مولانا رحیم بخش چاچڑ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ مولانا محمد حسین ناصر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر، مولانا حبیب اللہ شاہ، مولانا صبغت اللہ جوگی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک بین الاقوامی جماعت ہے۔ جو تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنی پرامن جدوجہد کے ذریعہ قادیانیوں کو دعوت اسلام دے رہی ہے۔ جماعت کے اکابرین دن کو جلسے وکانفرنس کے ذریعہ قادیانیوں کو دعوت اسلام دیتے ہیں تو راتوں کو اٹھ کر ان کے لئے ہدایت کی دعائیں کرتے ہیں۔ علماء کرام نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ کانفرنس رات ۱۱ بجے تک جاری رہی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض قاضی فضل اللہ چاچڑ نے سرانجام دیئے۔

تبلیغی جماعت

مولانا زاہد حسین رشیدی

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی بپا کردہ ایمانی تحریک جسے عرف عام میں ''تبلیغی جماعت'' کہا جاتا ہے۔ بانی جماعت یا موجودہ قیادت کی طرف سے باضابطہ کوئی نام نہیں رکھتی۔ جب سے شعور نے آنکھ کھولی اس سے وابستہ قافلے نقل وحرکت کرتے دیکھے۔ بچپن میں تبلیغی جماعت سے متعلقہ احباب کے لہجے کی مٹھاس نے بہت متاثر کیا اور اپنے محلے کے بچوں کی تبلیغی جماعت بنانے کی ٹھان لی۔ تاہم یہ وقتی ابال تھا اور بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت سے عملاً دوری ہوتی چلی گئی بلکہ ایک دور تو یہ بھی گذرا کہ بدگمانی کا شکار رہا۔ (استغفر)

جامعہ مدنیہ لاہور میں دورۂ حدیث (۲۰۰۴ء) کے دوران ترمذی شریف حضرت مولانا قاری عثمان صاحب مدظلہ سے پڑھی جو ماشاء اللہ زندگی بھر دعوت وتبلیغ سے وابستہ رہے اور لاہور مرکز کی امامت خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ اس دوران استاذ محترم کی للّٰہیت اور بے لوث خدمت دین نے تبلیغی کام سے قلبی طور پر قریب کردیا لیکن بات یہیں تک رہی اور رائیونڈ مرکز یا لاہور مرکز مسجد ابراہیم تک جانے کی توفیق بھی نصیب نہ ہوسکی۔ ایک دو دفعہ شب جمعہ کے اجتماع میں شریک ہوا اور خاموشی سے واپس ہوگیا۔ مرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو مدظلہ نے کئی مرتبہ دورانِ بیان علماء کرام کی اصلاح کے لیے ایک جملہ ارشاد فرمایا جس سے تبلیغی کام کی طرف رجحان میں اضافہ ہوا۔ آپ فرما رہے تھے: ''آج کے علماء کے لیے نفس کو مٹانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بستر اٹھا کر تبلیغی جماعت کے ساتھ بازار سے گزریں۔''

حضرت شیخ مدظلہ کا منشا یہ سمجھا کہ تبلیغی سفر کے دوران بسا اوقات طعن وتشنیع اور کڑوی کسیلی سننی پڑتی ہیں۔ گھورتی نظریں تعاقب کرتی ہیں تو علماء کے خود ساختہ تقدس پر زد پڑتی ہے۔ نیز مختلف المزاج لوگوں کے پاس جا کر انہیں دعوت دینا بعض دفعہ عزت نفس گنوانے کے مترادف ہے۔ تو اس سے انانیت سے دستبرداری نصیب ہوگی جو اصلاح نفس کے لیے پہلی سیڑھی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ سندھ در شیخ پر حاضری کے موقع پر عرض کیا کہ: تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانے کے لیے بسا اوقات جی کرتا ہے۔ کیا کروں؟ حضرت شیخ مدظلہ نے جواباً فرمایا: ''آپ کے لیے اچھا ہے لیکن اصلاح کی نیت کرنا۔ چیک کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ ہے۔''

رائیونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع کے پہلے مرحلے (۶ تا ۹ نومبر ۲۰۱۴ء) میں حاضری کی توفیق نصیب ہوئی تو دنیا کی نظروں میں سادہ لوح دکھنے والے رائیونڈ کے درویشوں کے حسن انتظام نے حیران کردیا۔ ملکی، سیاسی بلکہ بعض مذہبی اداروں اور جماعتوں میں بھی ارباب اختیار کی نظروں میں ناپسندیدہ لیکن حقیقت حال میں باصلاحیت اور صاحب الرائے افراد کا جو استحصال دکھائی دیتا ہے۔ تبلیغی جماعت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں آپ اپنی استعداد، صلاحیتوں اور کارکردگی کی بنیاد پر اپنی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔ یہاں کھینچا تانی ہے۔ نہ کہنی مار کر

اپنی جگہ بنانے کا ماحول۔ حوصلہ افزائی ہے۔ درگزر اور پیار ہے۔ گاہے دل جوئی اور اشک شوئی اور اکرام مسلم کی تو مستقل تلقین کی جاتی ہے۔

قابل رشک تو یہ معاملہ بھی ہے کہ اپنے مقامات پر دینی یا دنیوی اعتبار سے جاہ وجلال کی حامل شخصیات یہاں عام چٹائیوں پر بیٹھتی ہیں۔ ناہموار زمین پر سوتی ہیں۔ بیت الخلاء جانے کے لیے لائن اور رش کے عمل سے گزرتی ہیں۔ بلکہ انہیں قدم بقدم اپنی ''میں'' کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ خوشی سے کریں تب بھی اور ناخوشی سے کریں تب بھی۔ یہاں ''میں'' دکھانے کا موقع ڈھونڈنا تقریباً سعی لاحاصل ہے۔ اذان وتکبیر میں ذات حق کے اسم پاک کی گونجتی صدائیں، لاکھوں پیشانیوں کے کروڑوں اجتماعی سجدے، کروڑوں سجدوں اور رکوعات میں اربوں بیک وقت سبحان ربی العظیم' سبحان ربی الأعلی کی سرگوشیاں۔ اس مبارک، روحانی، ایمانی ماحول میں رب تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کے نزول اور برکات کے حصول پر یقین کو مستحکم کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ ماحول اس حدیث مبارکہ کا مصداق ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے زمین پر اللہ کی یاد میں بیٹھنے والوں کو آسمان والوں کے لیے زمین پر چمکتے ستارے قرار دیا۔ یقیناً ایسے ہی زمین کے سینے پر تسبیح وتقدیس میں مشغول بندگان خدا پر قدرت فرشتوں کے سامنے فخر فرماتی ہے:

یہ رتبہ بلند ملا جسے مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

ایک غلط فہمی

عام خیال یہ ہے کہ رائیونڈ والوں کا تصور دین بہت محدود ہے اور یہاں محض چھ نمبروں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تاثر یکسر غلط ہے۔ اگرچہ بیان کی حد تک گفتگو کا دائرہ چھ نمبروں کے گرد ہی گھومتا ہے اور اسی کی تلقین ہے۔ تاہم اہل علم ان خاص لفظوں کے پابند نہیں جو عام طور پر سنائی دیتے ہیں اور تاثیر کے حوالہ سے گہری نظر رکھی جائے تو کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اس محنت کے اثرات عقائد ونظریات، معاشرت، غلبۂ دین، خدمت خلق اور اصلاح نفس سمیت دیگر شعبۂ ہائے دینیہ پر مرتب ہو رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں تبلیغی نقل وحرکت کے نتائج کے تفصیلی تجزیہ کے بعد تبلیغی جماعت کو ''محدود تصور دین'' کی حامل جماعت کہنا قرین انصاف نہیں۔ ہمارے اس حسن ظن کی تائید اکابرین جماعت کے اجتماع کے موقع پر ہونے والے بیانات کے بعض اقتباسات سے بھی جاسکتی ہے جو ہم نے چند ایک بیانات کے دوران قلمبند کیے۔ ملاحظہ کیجئے:

حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہ

☆......انسان اگر اللہ کے حکامات پر عمل پیرا ہو جائے تو ساری دنیا کا نظام اس کے ہاتھ میں آجائے۔

☆......اللہ کے حکموں پر جان، مال خرچ کیا جائے تو اس کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

☆......ہم امتی ہیں اور امتی کا مقصد حیات یہ ہے کہ لوگوں کا رخ اللہ کی طرف پھیرا جائے۔

☆......نماز میں دھیان بہت ضروری ہے۔ اگر صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ لیں اور دھیان نصیب نہ ہو تو ضرورت

پوری نہ ہوگی۔ نماز میں دھیان اللہ کے ذکر سے نصیب ہوگا۔ تقسیم سے قبل کسی نے انگریز کے مظالم کے متعلق حضرت مولانا محمد یوسفؒ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ”میں نے نماز پڑھ لی ہے۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔“ چنانچہ اسی دن جرمنی نے برطانیہ پر حملہ کر دیا اور اس کی شکست کا عمل شروع ہو گیا۔

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ انڈیا (علماء سے بیان)

”آپ حضرات اہل علم ہیں۔ مجھے کچھ کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ تاہم یہ وعظ وارشادات کی مجلس نہیں۔ آپ لوگوں کا پڑھایا ہوا سبق ہے جس کا مذاکرہ کر رہا ہوں۔ ہم تو نصیحت کرتے ہیں کہ سنی سنائی باتیں مت پھیلاؤ بلکہ تحقیق کرو اور اگر تحقیق نہ کر سکو تو اہل علم سے رجوع کر لیا کرو۔ اسلاف کی طرف واپسی میں ہی امان اور نجات ہے۔ صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدین، عشرۂ مبشرہ اور صحابہ کرامؓ کے راستے کو دیکھو اور اس طرف واپس آ جاؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”فارتدا علی آثار هما قصصا “اور حدیث شریف میں ہے: ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین “صحابہ کرامؓ کی محنتوں اور مشقتوں سے یہ امت بنی ہے۔ ابوبکرؓ وعمرؓ جیسوں کی بھوک، پیاس اور فاقوں کی بدولت یہ دین پھیلا ہے۔ یہ وہ خوش بخت طبقہ ہے جن کی ادارۂ نبوی میں تربیت ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کا کیا نصیب تھا اور کیا ان کے مزے تھے کہ بدر میں اللہ کی نصرت میں فرشتے اترتے دیکھے۔ اللہ اللہ! ان کی اہمیت کا عالم یہ تھا کہ حضورﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ”اللهم إن تهلك هذه العصابة لا تعبد فی الأرض “اے اللہ! اگر آپ نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو زمین پر کبھی آپ کی عبادت نہ ہوگی۔ بڑوں کی سیرت، بڑوں کی تعلیمات دیکھو! اللہ! کیا لوگ تھے۔ اکابر کی زندگی رہبر ہے۔ ہم ان کے خوشہ چین ہیں۔ اے علماء کرام! خدا کرے آپ کو امت پر ترس آ جائے۔ یہ امت بلالؓ جیسوں کے تشدد برداشت کرنے اور صحابہ کرامؓ کی قربانیوں سے بنی ہے۔ آج امت کے عقائد کے سودے ہو رہے ہیں جس کا جی چاہتا ہے امت کو گمراہ کرنے پر تل جاتا ہے۔ علماء کرام! حضورﷺ کی نیابت آپ کے پاس ہے۔ امت کو بچالیں۔ فتنوں اور امت کے درمیان دیوار بن جائیں۔ آپ کی خدمات کا کسی کے پاس بدل نہیں۔ امت کے زعماء! آپ کو نبی کی وراثت عطاء ہوئی۔ نبی کی تڑپ، نبی کے سجدے، نبی کا امت کی فکر میں رات کو رونا اور دعائیں کرنا۔ یہ سب آپ کو وراثت میں سپرد ہوا۔ مولانا محمد الیاسؒ امت کی حالت کو آہیں بھرتے تھے اور فرماتے: ہائے! امت کو کیا ہوا؟ کہاں ہیں وہ، جنہیں نبی نے وراثت میں امت سپرد کی؟ علماء کرام! اللہ نے آپ کو علم کی دولت عطا فرمائی۔ یہ بڑا سرمایہ ہے۔ وہ لوگ سخت دھوکہ میں ہیں جو مال ودولت کو سرمایہ تصور کر کے خود کو سرمایہ دار کہتے ہیں۔ ہم سینہ تان کر کہتے ہیں کہ سرمایہ آپ کے پاس ہے۔ علوم نبویہ کا خزانہ آپ کے سینے میں منتقل ہوا۔ حضور اکرمﷺ کی میراث آپ کے حصہ میں آئی۔ کیا اس سے بڑا کوئی سرمایہ ہے؟ ”قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون “آپ فرما دیں، کیا وہ جنہیں علم دیا گیا اُن لوگوں کے برابر ہیں جو علم کی دولت سے محروم ہیں؟ حرص، حب جاہ، انتقام، گناہ کی نحوست سے بچیں۔ ان کا وارثان نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ علمائے کرام! آپ کی منت سماجت جماعتوں میں نکلنے کے لیے اس لیے نہیں

کہ آپ حضرات کے علم میں کوئی کمی ہے جو جماعت میں نکل کر پوری ہو جائے گی۔ اللہ کی قسم ایسا نہیں۔ بلکہ ہم حضور ﷺ کی امت آپ کے حوالہ کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی پونجی ہے۔ آپ اسے سنبھالیں۔

نوٹ: بیانات کے اقتباسات نقل کرنے میں بعض مقامات پر مشکل الفاظ کی جگہ آسان تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ تقدیم وتاخیر اور حذف واضافہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ تاہم مفہوم ارشادات وہی ہے جو حضرات نے بیان فرمایا۔

دوران اجتماع استاذ محترم حضرت مولانا عثمان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ دس روز کی تشکیل کروالیں اور اگر جماعت کی تشکیل زیادہ دنوں کی ہو تو آپ واپس آجائیں۔ اپنی ذمہ داریوں کو دیکھیں۔ ان دنوں کی غیر حاضری میں جائزہ لیں کہ آپ کی غیر موجودگی میں ادارہ (یعنی اپنے مدرسہ) میں کوئی کمزوری واقع ہوئی؟ اور اس کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ یہ کام تو زندگی بھر کا ہے۔ تاہم اپنے دیگر دینی فرائض کا مناسب بندوبست بھی ضروری ہے۔ چنانچہ استاد گرامی کے مشورہ کی بنیاد پر راقم نے تشکیل کے مرحلہ کے لیے خود کو پیش کر دیا:

مجھے کسی بھی تعین پہ اختیار نہیں — یہ کوئی اور مرے راستے بدلتا ہے

(مصطفیٰ زیدی)

تشکیل کی چھلنی اور خالی پنڈال

رائیونڈ مرکز نے سہولت کار کے لیے ملک بھر میں ۱۸ حلقے بنا دیے ہیں اور ہر حلقے کا مرکز متعین کر دیا ہے۔ جس سے نہ صرف تبلیغی احباب کو آسانی ہوگی کہ وہ اپنے علاقائی مرکز سے تشکیل کروائیں اور اسی سے وقت پورا ہونے کے بعد واپس ہوں۔ بلکہ علاقائی مرکز بھی کام کی ذمہ داری کو سمجھیں گے اور مزید مستحکم ہوں گے۔ گویا اب تبلیغی نظم ۱۸ مراکز مل کر چلائیں گے۔ جنہیں رائیونڈ کی مشاورت وہدایات حاصل رہیں گی۔ سالانہ اجتماع کے موقع پر جماعتوں کی تشکیل علاقائی مراکز کے سپرد ہوئی۔ چنانچہ راقم اپنے دوست حافظ شبیر صاحب کے ساتھ اجتماعی دعا کے بعد لاہور مرکز بلال پارک کے احباب کی خدمت میں پہنچا تو تشکیل کے عمل، احتیاطی تدابیر، چھان بین، جماعت بناتے وقت مزاجوں اور اخراجات کی مناسبت، جہاں جماعت بھیجی جاری ہے وہاں اس جماعت کی ایڈجسمنٹ کے امکانات، ٹرانسپورٹ اور روٹ کی راہنمائی، متعلقہ علاقہ اور وہاں کے معاونین کے متعلق بنیادی معلومات، تبلیغی محنت کی ضرورت وافادیت کے متعلق ہدایات، جماعت کے باہم اتفاق اور امت مسلمہ کو بارگاہ رب العزت کی طرف کھینچ لانے کی فکر، دعاؤں کا اہتمام اور اس طرح کے دیگر معاملات دیکھ کر حیرت میں گم ہو گیا۔ دیوبند کے روحانی بیٹوں کی جانب سے یہ نظم اور خدمت دین کے لیے ایسا مثالی اہتمام کہ دیکھ کر سینہ فخر سے تن سا گیا۔ تشکیل کی چھلنی میں جماعتیں چھانی جارہی تھیں اور میں پنڈال خالی ہونے کے بعد صفائی کرنے والی ٹیموں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چونکہ دوسرا اجتماع بھی ہونا تھا۔ اس لیے سب کچھ اس طریقے سے صاف کیا جا رہا تھا کہ دوسرے مرحلے کے لیے فریش ہو جائے۔ میری نظر شاپر ہاتھ میں پکڑے ایک سفید ریش بزرگ پر پڑی جو پنڈال سے چھوٹے چھوٹے کاغذ تک چن رہا تھا۔ جھک کر کوئی چیز اٹھاتا اور آگے چل پڑتا۔ بے اختیار آنکھیں چھلک پڑیں۔ خدا جانے

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے کس خلوص سے اس کارواں کی بنیادیں رکھی تھیں کہ مثال ڈھونڈنی مشکل ہے:

رستے میں محبت کے اگر کوئی مسافر   جائے تو پہنچ جائے گا سیدھا ترے در پہ

محنت کا میدان سلانوالی قرار پایا

راقم اجتماع سے اختتامی دعا کے بعد پندرہ روزہ تشکیل پر گیارہ احباب پر مشتمل جماعت کے ہمراہ سلانوالی سرگودھا کے لیے تیار ہوگیا۔ گیارہ احباب پر مشتمل جماعت، بھائی محمد اسحاق کی زیر امارت ۹ر نومبر ۲۰۱۴ء کی شام سلانوالی (سرگودھا) کی طرف روانہ ہوئی۔ ذکر واذکار، سفر میں دعاؤں کا اہتمام اور باہم دعوتی گفتگو دوران سفر جاری رہی اور ہم رات کے آخری پہر سرگودھا مرکز پہنچ گئے۔ جہاں شدید خنکی کے باوجود ڈنڈا بردار پہرے دار مستعد کھڑے تھے۔ خدمت وقربانی تو اس میدان کا خاصہ ہیں۔ تاہم خاص طور پر پہرہ دیتے یہ مجاہد تو بلاشبہ پیکر اخلاص ہیں۔ اجتماع کے بعد پورے پاکستان کے لیے جماعتیں روانہ ہوتی ہیں۔ لیکن سرگودھا مرکز کی وسیع وعریض مسجد میں مختلف جماعتوں کے افراد کا ہجوم دیکھ کر ایسے لگا گویا رائیونڈ نے سب نکلنے والوں کو ادھر ہی بھیج دیا ہے۔ اگلی صبح سلانوالی کے لیے سرگودھا مرکز نے روانہ کردیا۔ جہاں کی مرکزی مسجد غلہ منڈی میں تحصیل کے ذمہ دار جماعتوں کو قصبوں اور دیہاتوں کی طرف روانہ کررہے تھے۔ ہماری جماعت کے متعلق مشاورت سے طے پایا کہ یہ ایک رات شہر میں ہی قیام کرے اور اگلی صبح اپنے رخ کی طرف روانہ ہو۔ چنانچہ ہم بستر اٹھائے ظہر کے بعد مکی مسجد جا پہنچے۔ یہاں ہم نے اگلی صبح تک کے دعوتی اعمال کرنے تھے۔ چنانچہ عصر کے بعد گشت کے لیے نکلے۔ راقم کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ گھورتی نگاہیں، جان چھڑاتے لوگ اور گاہے محبت سے بات سننے والے۔ ایک سائیکل مرمت کرنے والے نے تو ہوش اڑا دیے جس نے ہمیں ''دیہلے'' بےکار قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ کام میں مصروف ہے۔ لہٰذا ہماری بات نہیں سن سکتا۔ امیر جماعت نے محبت سے اس کی بات سنی اور دعائیں دیتے آگے بڑھ گئے:

اس لیے کوچہ میں اس کے چھوڑ جاتا ہوں دل   پھر پلٹنے کے لیے کوئی بہانہ چاہیے

نواں لوک اعواناں دا

۱۱ر نومبر ۲۰۱۴ء کی چمکتی صبح سلانوالی سے ۱۵ر کلومیٹر دور بستی ''نواں لوک اعواناں دا'' پہنچے۔ احمد سعید ملتانی کے زیر اثر لوگ آباد ہیں۔ تاہم جماعت کو محبت سے خوش آمدید کہا گیا۔ خالص دیہاتی ماحول میں تین دن ٹھہرے۔ سہولیات کا فقدان تھا۔ تاہم سادے لوح دیہاتی لوگوں کو قائل کرنا کہ وہ اپنی کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ اس حقیقت پر بھی توجہ دیں کہ ان کا پہلا فریضہ بحیثیت مسلمان اس جہان فانی میں رب کی عبادت اور رضا کا حصول ہے۔ انتہائی مشکل، دلچسپ اور ایمان افروز عمل تھا۔ یہاں کے باسی ملک اسلم نے بہت متاثر کیا جسے ہم نے ان کے ڈیرہ پر حکا پانی کرتے پایا اور مسجد آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ گاہے بگاہے وہ مسجد آتے رہے اور اعمال میں شریک رہے۔ گشت بھی کروایا۔ ایک اشاعتی دوست نے جماعت سے الجھنے کی کوشش بھی کی۔ تاہم دعوت کے میدان کا تقاضا، صبر وتحمل اور دعائیں ہی ہیں۔ اس لیے ہم بھی اپنے نظریاتی جذبات کو دبائے برداشت ہی کرتے

رہے کہ تبلیغی میدان میں ان اصولوں کی پابندی ہی کامیابی ہے جو حضرات اکابر نے طے کر دیے ہیں:

جامع مسجد عائشہ، سلانوالی کی طرف

اگلا سہ روزہ ہمارا سلانوالی شہر کی مسجد عائشہ میں طے ہوا۔ یہاں نماز جمعہ کے اجتماع سے بھی گفتگو کا موقع ملا اور دعوت وتبلیغ کے دیگر اعمال میں بھی شرکت رہی جس چیز نے یہاں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ''اجتماع والوں کا جوڑ'' تھا جو احباب پہلی مرتبہ اجتماع میں شریک ہوئے۔ انہیں مسجد عائشہ میں اکٹھا کیا گیا۔ اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ مولانا امجد صاحب جو رائیونڈ کے فاضل ہیں انہوں نے ترغیبی گفتگو کے بعد شرکاء سے اجتماع میں شرکت کے حوالہ سے تاثرات بیان کرنے کو کہا۔ کسی کو اجتماع کی کثرت اور حسن انتظام نے متاثر کیا تو کوئی لاکھوں کے اجتماع کی اکٹھی نماز اور تکبیرات کی گونجتی صداؤں سے متاثر تھے۔ کسی نے حسن اخلاق اور تبلیغی لہجے کی مٹھاس کو لیا تو کوئی پہرہ داروں اور خدمت پر مامور افراد کی جفاکشی پر حیران تھا۔ مولانا طارق جمیل کے بیان اور توبہ کی تلقین نے تو ہر دل میں جگہ بنائی۔ ایک نوجوان کا کہنا تھا کہ مولانا کے بیان کے دوران ہی نیت کر لی تھی کہ اب کبھی نماز میں کوتاہی نہیں کرنی:

ہم غریبوں کو بھی مل جاتے ہیں پیمانۂ عشق — یارب آباد رہے صحبتِ میخانۂ عشق

بڑے بھائیوں کی خدمت میں

اگلا پڑاؤ سلانوالی سے متصل چک ۱۲۹ر تھا۔ جہاں تبلیغی محنت سے وابستہ محض دو افراد تھے۔ مولانا امجد اور مولانا ناصر۔ دونوں رائیونڈ کے فضلاء ہیں۔ جبکہ باقی آبادی ''بڑے بھائیوں'' پر مشتمل تھی۔ یاد رہے کہ بریلوی طبقۂ فکر کو عام طور پر تبلیغی حضرات محبت کے طور پر ''بڑے بھائی'' کہتے ہیں۔ مسجد بھی انہی حضرات کے زیر انتظام تھی۔ لہٰذا ہمیں قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا۔ دعوتی سرگرمیاں تو خوب رہیں لیکن یہاں جو خاص معاملہ پیش آیا۔ راقم کی زندگی کا انوکھا ترین واقعہ تھا۔ میرے دس دن مکمل تھے اور مجھے واپس جانا تھا۔ ایک دو عوارض بھی درپیش تھے۔ لہٰذا امیر جماعت سے واپسی کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے فرمایا: تمام ساتھیوں کو جمع کر کے مشورہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ فجر کے معمولات کے بعد جماعت اکٹھی ہوئی اور میری گزارش زیر مشورہ آئی۔ احباب کا اصرار تھا کہ آپ پوری تشکیل ہمارے ساتھ رہیں۔ باقی جو پریشانیاں ہیں ہم اللہ سے مانگتے ہیں۔ انشاء اللہ وہ حل ہو جائیں گی۔ میرا ارادہ بدستور وہی تھا۔ اچانک میرے دوست حافظ شبیر نے رونا شروع کر دیا۔ میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور ساری جماعت نے حافظ صاحب کی تقلید شروع کر دی۔ دین کی نسبت سے یہ محبت اور اللہ سے مانگنے پر یہ یقین میرے لیے انوکھا تجربہ تھا۔ صحابہ کرامؓ تو خیر رحماء بینھم کی سند رکھتے ہیں۔ مولانا محمد الیاسؒ کا یہ قافلہ بھی ان کی پیروی میں ایسی دینی وارفتگی بانٹ رہا ہے۔ یہ اندازہ نہ تھا۔ خاص طور پر امیر جماعت کی آخری پہر کی وہ ہچکیاں جن میں امت کے لیے فکر، دعائیں، التجائیں اور خدا جانے کیا کچھ تھا، بھلائے بھول نہ پائیں گی۔

کیا یہ سیدھے سادے لوگ ہیں؟

چک ۱۲۹ر سے سلانوالی شہر کی جامع مسجد کی پہنچے، یہاں عصر کے بعد کے گشت کے دوران متکلم بنے

کا اتفاق ہوا۔ منبر پر بیٹھ کر بیان بڑی شان اور اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن کلمہ کا پیغام لے کر کسی اجنبی کے پاس جانا اس کھٹکے کے ساتھ کہ خدا جانے وہ کیسے پیش آئے؟ اپنی جگہ غیر معمولی اثرات کا حامل ہے۔ ایک احساس بھی پیدا ہوتا ہے اور فکر بھی اور روحانی تاثیر تو پوچھیں مت۔ یہاں قیام کے دوران تحصیل سلانوالی کی سطح پر ہونے والے ذمہ داروں کے مشورہ میں بھی شرکت وگفتگو کا موقع ملا۔ اجلاس کا عنوان ''اجتماع سے آنے والی جماعتوں کی نصرت کی ترتیب'' تھا۔ ہر پہلو پر مشورے دیے گئے اور طے یہ پایا کہ ہر مسجد ایک جماعت کی ذمہ داری لے لے اور جب تک وہ جماعت واپس نہیں ہو جاتی۔ پوری تشکیل میں اس سے رابطہ رہے اور ہر ممکنہ تعاون کرے۔ بھائی عابد صاحب جو تحصیل سلانوالی کے امیر ہیں، اپنی ترغیبی گفتگو میں کہنے لگے: ''ملک کے کونے کونے سے جماعتیں ہمارے سلانوالی تشریف لائی ہیں، اپنی مصروفیات، تقاضے چھوڑ کر اور لاکھوں روپے خرچ کر کے کیا ہمارا حق نہیں بنتا کہ ہم ان کی نصرت کے لیے بھی ان جتنی قربانی دیں؟''

یہ مشاورتی انداز دیکھ کر خیال آیا کہ تنظیمی شعور تو یہاں مثالی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ تبلیغی تو سیدھے سادے (بے سمجھ، نظم وضبط سے محروم) لوگ ہوتے ہیں؟

جہاں تک جس کو احساسِ نظر ہے وہیں تک حسن میں رعنائیاں ہیں

رائیونڈ واپسی، احساسات کی دنیا میں تلاطم

بھائی ساجد صاحب سلانوالی میں فعال تبلیغی دوست ہیں۔ انہوں نے ہمیں نم آنکھوں کے ساتھ سلانوالی سے رخصت کیا۔ ایک مرتبہ پھر ہم سرگودھا مرکز پہنچے۔ رات کا قیام یہیں تھا۔ ارباب مرکز نے مشاورت کی اور فجر کے بعد بیان کے لیے حکم فرمایا جس سے فراغت پر ہم لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ وقت پورا ہونے کے بعد رائیونڈ میں کارگزاری اور واپسی کی بات انتہائی اہم اعمال ہیں۔ کارگزاری کا مطلب دوران تشکیل آپ نے کیسے محنت کی؟ اور واپسی کی بات میں یہ تلقین کہ اپنے مقام پر جا کر اس دینی وتبلیغی وشغف کو کیسے باقی رکھنا ہے؟ رائیونڈ مرکز قیام کے دوران تبلیغی نظم کو سمجھنے کی کوشش کی۔ مختلف شعبے قریب سے دیکھے اور سب سے اہم یہ کہ اکابرین جماعت حضرت حاجی محمد عبدالوہاب، مولانا نذر الرحمن، مولانا محمد احسان الحق، مولانا محمد احمد بہلہ، مولانا رمضان اور مولانا فہیم سے خصوصی ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔

تبلیغی نظم ایک درد ہے، ایک احساس، ایک مشن اور مقصد حیات حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے نور باطن سے پھوٹی وہ شعاع جس سے دنیا کے طول وعرض میں ایمانی شمعیں روشن ہو رہی ہیں۔ خدا جانے اس سفر نے راقم کو کیا کچھ دیا۔ یہ تو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ تاہم عزیز فیضانی کا اک پیغام خلاصۂ تحریر کے طور پر پیش کروں گا جس پر غور کے چند لمحے اس محنت کی بابت سب کچھ سمجھا دیں گے:

حجرے میں تو ستانے کو آ جاتا ہے گاہے دراصل مسلمان تو میداں کے لیے ہے

☆..........................☆

انٹرنیٹ کی ہلاکت خیزیاں اور ان سے بچنے کی تدابیر

مولانا مفتی محمود زبیر قاسمی حیدرآباد انڈیا

انسانی اقدار روز بروز روبہ زوال ہیں۔ اخلاق و کردار کی گراوٹ روز افزوں ہے۔ بعض طبقوں کی جانب سے اپنے حقیر مفادات کے حصول کے لیے اس کی حوصلہ افزائی بھی کی جارہی ہے۔ یہ مسئلہ اس وقت اور سنگین ہوجاتا ہے جب نوجوان نسل کی بات آتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی قوم کے انقلاب میں گراں قدر حصہ انہی نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ دوسری طرف نوجوان عقل کے کچے اور جذبات کے اندھے ہوتے ہیں جس طرف ان کی عقل چل گئی، چل گئی۔ جیسی بھی ان کی فکر بن گئی، بن گئی۔ زندگی کا یہ دور بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں آدمی بنتا بھی ہے بگڑتا بھی ہے۔ جو نقوش اس وقت مرتب ہوتے ہیں۔ زندگی بھر کے لیے ہوتے ہیں۔ کل حشر کے میدان میں بھی بطور خاص زندگی کے اس حصہ کے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ (الحدیث)

”لن تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسئل عن أربع خصال، عن عمره فیما أفناه، وعن شبابه فیما ابلاه، وعن ماله من این اکتسبه وفیما أنفقه وعن علمه ماذا عمل فیه (الترغیب والترهیب: ٤/٢١٤)“

کسی شخص کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے جب تک کہ چار باتوں کی اس سے پوچھ گچھ نہ ہوجائے: ۱...... عمر کہاں لگائی؟ ۲...... جوانی کہاں گنوائی؟ ۳...... مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ ۴...... علم پر کہاں تک عمل کیا؟۔

جس قوم کے جوانوں میں عقابی روح بیدار ہوتی ہے۔ کچھ کر گزرنے کا جذبہ ان میں انگڑائی لینے لگتا ہے تو تاریخ بتاتی ہے کہ وہ قوم ترقی کی معراج پر ہوتی ہے اور جس قوم کے جوان خوابیدگی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ وہ قوم روز افزوں تنزل کی طرف بڑھتی رہتی ہے۔

سائنس و ٹیکنالوجی کی دم بخود ترقی نے جہاں نئے، نئے ایجادات اور انکشافات سے دنیا کے لیے سہولیات اور معلومات کا انبار لگادیا۔ وہیں اس نے دنیائے شہوت پرستی کے لیے نئی راہیں بھی کھول دیں۔ مواصلاتی دوریوں نے سمٹ کر جہاں انسانیت کو آسانیاں دیں۔ وہیں نفسانی خواہشات کے دیوانوں کو تسکین کا سامان بھی کیا، چند دن قبل شائع شدہ اخباری رپورٹ کے مطابق ”کچے گوشت“ کی دلالی کا کاروبار بھی انٹرنیٹ پر زور و شور سے ہو رہا ہے۔ جس میں مالدار اور ان میں بالخصوص نوجوان نسل کو مائل کیا جارہا ہے اور بڑی بھاری رقومات ان سے حاصل کی جارہی ہیں۔ بلکہ اس بہانے Debit اور Credit کارڈز کے نمبرز حاصل کرتے ہوئے اور ان کے Passwords کو محفوظ کرتے ہوئے کھاتے خالی کیے جارہے ہیں۔ یعنی اخلاق و ایمان کی بربادی کے ساتھ مال کی بھی بربادی۔ اس کے علاوہ بیسیوں ویب سائٹس فحش مناظر اور لٹریچر سے بھری ہیں۔ جذبات مشتعل بھی کیے

جارہے ہیں اور اس کی تسکین کے لیے دلالی بھی کی جارہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ایسا لگتا ہے جیسے بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب امڈ آیا ہے اور بالخصوص نوجوان نسل اس کی زد میں ہے۔

بی بی سی ٹیلی ویژن نے اس سلسلہ میں ماہرین نفسیات اور عام شہریوں کے درمیان ۲۰۰۳ء سے قبل ایک مباحثہ کا اہتمام کیا جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۵ فیصد سے زائد افراد ہیجان انگیز اور عریاں مواد سے دل بہلاتے ہیں۔ اسی مباحثہ میں اس رپورٹ کا بھی افشاء کیا گیا کہ ۹ فیصد برطانوی لوگ فی ہفتہ گیارہ گھنٹے جنسی مناظر دیکھتے ہیں۔ یہ رپورٹ آج سے چار سال قبل کی ہے۔ جب انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کا شیوع اس قدر نہیں تھا۔

غریب طبقے کے مقابلے میں مال دار لوگ انٹرنیٹ پر شہوانیت کے نت نئے طریقے سیکھ رہے ہیں۔ جنسی طور پر ایک دوسرے کو تکلیف دے کر خوش ہونا۔ ہم جنس پرستی، جانوروں سے تعلقات، چھوٹے بچوں، بچیوں، عورتوں، بوڑھوں، ماں، بہن، بیٹی اور دیگر محرم رشتہ داروں کے ساتھ عمل قوم لوط، زنا بالجبر اور دیگر کئی طرح کی چیزیں مال دار اور انٹرنیٹ سے مربوط نوجوان نسل سیکھ رہی ہے۔ جس کو وہ اپنے معاشرے اور بیویوں کے ساتھ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ جس سے رشتوں کا تقدس بھی پامال ہورہا ہے اور شادی شدہ جوڑے بے کیفی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اس وقت امریکہ میں کئی لاکھ جوڑے ایسے ہیں جن کی ازدواجی زندگی انٹرنیٹ کی وجہ سے تباہ ہوچکی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت انٹرنیٹ پر دس لاکھ سے زائد عریاں تصاویر موجود ہیں اور ایک لاکھ سے زائد عریاں فلمیں انٹرنیٹ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ یہ تو ان بے ہودہ اور غلط پروگراموں کی ہلکی سی جھلک ہے۔ حقیقتاً ایسے بہت سے پروگرام انٹرنیٹ پر کمپیوٹر کے ذریعہ دستیاب ہیں جنہیں دیکھ کر شرافت آنکھیں بند کرلیتی ہے۔

ماں باپ اور سرپرست پوری احساس ذمہ داری کے باوجود اپنی نوجوان نسل کو اس طرح کے فواحش سے روکنے میں بہت کم کامیاب ہیں۔ بالخصوص پڑھا لکھا طبقہ۔ ان کے یہاں اگر بچوں کو انٹرنیٹ کے استعمال سے روکا جائے تو معلومات کے ایک اہم ذخیرہ سے وہ محروم رہیں۔ اگر اپنے گھر انٹرنیٹ رکھیں تو ان کی نگرانی کیسے کی جائے؟ اور ان کو فحش ویب سائٹس سے کیسے بچایا جائے۔ انٹرنیٹ کے استعمال کنندگان جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ نے دنیا کو ایک گاؤں کی شکل دے رکھی ہے۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس سے کروڑہا افراد بیک وقت مربوط اور ایک دوسرے کے خیالات اور سہولتوں سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ یہاں ہر اہم عالمی چیز آپ کو مل جاتی ہے۔ اس کی معلومات، تعارف اور توضیحات بس ایک ''کلک'' کی محتاج۔ کسی بھی اہم مسئلہ کی عقدہ کشائی چند منٹوں میں ہوجاتی ہے۔ دنیوی میدان کی بہت کم چیزیں ایسی ہیں جو انٹرنیٹ پر دستیاب نہ ہوں۔ معلومات کے حصول کی اتنی بڑی سہولت سے اگر آپ ان کو روکنا چاہیں تو یہ مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے اور حصول تعلیم کے ذرائع سے روکنے کا الزام بھی آپ کے سر لگادیا جائے گا۔ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ دین محض نماز، روزے اور دیگر عبادات ہی کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر عمل اور ہر حرکت کے لیے دین اسلام میں رہنمائی موجود ہے اور بحیثیت مسلمان ہمیں ان کا اتباع بھی لازم ہے۔

لہٰذا اس تعلق سے اعتدال کی راہ یہ ہے کہ اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اس کا استعمال ہو اور اس کے برے اثرات سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں، آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی اور آپ مسرور بھی

ہوں گے کہ انٹرنیٹ کے مختلف پروگرام چلانے کے لیے جہاں بہت سے سافٹ ویر ہیں۔ وہیں چند ایک پروگراموں اور SitesBasedSex کو (Block) بند کرنے کے لیے بھی چند ایک سافٹ ویر موجود ہیں۔

اگر آپ کے نیٹ فراہم کرنے والے مخصوص اور غیر شرعی ویب سائٹس کو بند کرنے کی کوئی سہولت نہ دیں تو آپ مندرجہ ذیل سافٹ ویرز کی مدد سے جو مارکیٹ میں دستیاب بھی ہیں، نامناسب، غیر اخلاقی، فحش اور اسلام مخالف ویب سائٹس کو بند کرسکتے ہیں۔ ان سافٹ ویرز کے نام حسب ذیل ہیں:

Sitter.Cyber(1)	Nanny.Net(2)
Petrol.Cyber(3)	Security.InternetNorton(4)
Control.Parental Mcafee(5)	

ان سافٹ ویرز کو اپنے کمپیوٹر پر انسٹال Instal کریں۔ اس کے بعد ان کی Setting کریں۔ یہ فحش ویب سائٹس کو بلاک (بند) کردیتے ہیں۔ دراصل یہ سافٹ ویرز بھی غیر اسلامی ویب سائٹس کو بنیادی طور پر بند نہیں کرتے لیکن ان میں ایسے آپشنز (Options) ہوتے ہیں جن کی مدد سے آپ کسی بھی غیر شرعی اور فحش ویب سائیٹ کو بند اور Block کرسکتے ہیں۔ ان سافٹ ویرز کی سیٹنگ (Setting) مشکل ضرور ہے۔ مگر ناممکن نہیں۔ سافٹ ویر کی مدد سے فحش اور غیر اسلامی لٹریچر سے بچنے کا یہ طریقہ ان حضرات کے لیے تھا۔ جہاں حکومت اور نیٹ فراہم کرنے والے ادارے اس طرح کی ویب سائٹس کو بلاک (بند) کرنے کی کوئی سہولت اپنے صارفین کے لیے فراہم نہ کیے ہوں۔ ان کے بالمقابل ترقی یافتہ ممالک میں اقامت پذیر لوگوں کے لیے یہ مسئلہ آسان ہے۔ وہ اس طور پر کہ ان ممالک کے لوگ جب انٹرنیٹ کا کنکشن (Connection) خریدیں تو اس وقت اس کمپنی سے جس سے انٹرنیٹ خرید رہے ہیں یہ کہیں کہ ہمیں Control Parental چاہیے یا اگر انٹرنیٹ خریدتے وقت کمپنی کوئی فارم پر کروائے تو اس میں ControlParental پر ٹک لگادیں۔ اس طریقہ پر جب آپ اس انٹرنیٹ فراہم کرنے والی کمپنی کے صارف بنیں گے تو آپ کے گھر استعمال ہونے والے کمپیوٹر پر فحش مواد پرمبنی ویب سائٹس نہیں کھلیں گے۔

انٹرنیٹ کی مضرتوں سے بچنے کے لیے مذکورہ بالا طریقوں کو اختیار کرنا اور اپنے گھر والوں کے ایمانی، اسلامی، اخلاقی اور تہذیبی اقدار کے تحفظ کے لیے ان کی مسلسل نگرانی ناگزیر ہے۔ ورنہ انٹرنیٹ سے ضرر رساں تعلق قائم کرتے ہوئے آپ یہ بھی ضرور سوچ لیں کہ آپ اپنے گھر والوں کے مذہب، تہذیب اور اخلاق کی تباہی کے ذمہ دار بھی ہیں۔ آپ کی بچی کسی اجنبی سے بات کرے تو کیا آپ بے تعلق رہ سکتے ہیں؟ آپ کا بچہ گلیوں میں نکل کر اجنبیوں سے راہ ورسم بڑھائے تو کیا آپ خاموش رہیں گے؟ یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں۔ لیکن یقین کریں کہ انٹرنیٹ پر گھر بیٹھے یہی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں۔ شیطان اور اس کے پیروکار گھروں میں گھس کر ہمیں تباہ کررہے ہیں اور ہماری نسلوں کو بے حیائی اور بدچلنی پر برانگیختہ کررہے ہیں۔ اس ٹیکنالوجی سے اور اس پر موجود علمی مواد سے فائدہ اٹھانے کے وقت یہ بات ضرور سامنے رہنی چاہیے کہ اس کے فاسد مواد اور نقصانات سے کس طرح بچا جاسکتا ہے۔

تعلیمی اداروں میں سیکولر طبقہ کی کارستانیاں

ڈاکٹر دین محمد فریدی

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ جس کے آئین میں اسلام کو تمام قوانین پر بالادستی حاصل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور پاکستان دشمن طاقتوں کی مداخلت سے ہمارے مقتدر حلقے نہ صرف خود سیکولر نظریات کے مالک ہیں بلکہ ہر شعبہ ہائے زندگی میں سیکولر پالیسیوں کا بھی نفاذ کرتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا ہدف تعلیمی نظام ہے۔ صدر پرویز مشرف کے دور میں جاوید اشرف قاضی وفاقی وزیر تعلیم رہے۔ ایک تقریب میں انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ قرآن مجید کے چالیس سپارے ہیں۔ دسمبر ۲۰۰۳ء میں ایک اور وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے امریکہ کے کہنے پر قرآنی آیات نصاب تعلیم سے خارج کر دی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سے دہشت گردی پھیلتی ہے۔

اس طرح یورپی یونین کی مالی معاونت اور ورلڈ پاپولیشن فاؤنڈیشن اور آہنگ نامی این جی او کے اشتراک سے سرکاری سکولوں میں ساتویں سے دسویں جماعت کے طلباء اور طالبات کو زندگی گزارنے کی مہارتوں پر مبنی تعلیمی پروگرام کے تحت خاندانی منصوبہ بندی، جنسی تعلقات، تولیدی صحت اور کم عمری میں شادی، زچگی کے مسائل سمیت دیگر قابل اعتراض مواد پر مبنی کتاب گزشتہ دو برس پڑھائے جانے کا انکشاف ہوا۔ جس پر والدین نے شدید اعتراضات کرتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ والدین کی اجازت کے بغیر طلباء وطالبات کو قابل اعتراض مواد پر مشتمل کتاب پڑھائی گئی جو پاکستانی معاشرے میں قابل قبول نہیں ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی تدریس فوراً بند کرائی جائے اور یہ کتاب سرکاری اسکولوں کے طلبہ وطالبات کو فراہم کرنے اور پڑھانے کے معاملے میں ملوث افراد کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ آئے دن تعلیمی نصاب کو وضع کرتے اور اس کی آڑ میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ، سیرت نبی ﷺ، سیرت صحابہؓ اور اسلامی جنگوں کے مضامین حذف کر کے ان کی جگہ ہندوؤں، سکھوں کی شخصیات کے مضامین شامل کئے جارہے ہیں۔

تعلیمی مشاورتی بورڈ کے ایک رکن اسلام آباد یونیورسٹی میں فزکس کے ایک پروفیسر ڈاکٹر پرویز ہود بھائی بھی رہ چکے ہیں جو فکری اعتبار سے متعصب قادیانی اور نظریہ پاکستان کے سخت مخالف ہیں۔ وہ نظریہ پاکستان اور اسلام کو نصابی کتب کا حصہ بنانے کے خلاف سخت متحرک ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جس نے دوسرے پاکستان دشمن عناصر سے مل کر ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی فرضی قبر بنا کر اس پر جوتے مارے۔ المیہ یہ ہے کہ پرویز ہود بھائی کو ۱۴ راگست کے موقع پر ستارہ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔

سیکولر طبقے کی سرپرستی میں تعلیمی اداروں میں کھلے عام شعائر اسلامی کا مذاق اڑایا جانا معمول کی بات ہے۔ کچھ عرصہ پہلے خیبر میڈیکل کالج کی طالبہ مصباح سید کے کلاس روم میں نقاب اوڑھنے پر کالج کے پروفیسر نے

طالبہ کا تمسخر اڑاتے ہوئے اسے ڈاکو قرار دیا۔ اس پر بہت احتجاج ہوا۔ مگر پروفیسر کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ ہوئی۔ استاد اور طالب علم کے مقدس رشتہ کو پامال کرنے میں اس طبقہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ تعلیمی اداروں میں پروفیسر حضرات کی طرف سے طالبات کو جنسی طور پہ ہراساں کرنے کے متعدد واقعات ہو چکے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی طالبات سے نازیبا حرکات اور معاشقوں کے قصے زدِ عام ہیں۔ لمز (لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز) کا شمار انتہائی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ یہاں کا معمول خالصتاً مغربی بلکہ اس سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہے۔ آپ یونیورسٹی میں داخل ہوں تو آپ کو شرم وحیا سے ایسے واقعات دیکھنے کو ملیں گے کہ آپ حیران رہ جائیں۔ یہ یونیورسٹی کم اور ایک نائٹ کلب کا منظر زیادہ پیش کرتی ہے۔ اس تعلیمی ادارے میں اساتذہ، پروفیسرز، فیکلٹی سٹاف اور انتظامی عملے کی جانب سے طالبات کے ساتھ جنسی زیادتیاں معمول ہے۔ ۲۰۱۲ء میں لمز کے شعبہ قانون کے ایک استاد (جو کہ معروف سیاسی گھرانے کی اولاد ہے) ایک طالبہ کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کا مجرم قرار دیا گیا۔ لمز یونیورسٹی کے شیخ احمد حسین سکول آف لاء میں بطور استاد فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ وہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید بابر علی کے بھی قریبی عزیز ہیں۔ یونیورسٹی کی ایک طالبہ کی طرف سے الزام عائد کیا گیا تھا کہ فلاں پروفیسر نے اسے جنسی خواہش پوری کرنے پر مجبور کیا۔ طالبہ کی شکایت پر کارروائی کی گئی مگر انتظامیہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ الزام استاد کی شان کے منافی ہے۔ بعد ازاں یہ معاملہ وفاقی محتسب کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس پر امبڈسمن سیکرٹریٹ فار پروٹیکشن اگینسٹ پریسمنٹ آف ویمن نے یونیورسٹی کے فیصلے کو رد کرتے ہوئے ملزم کو ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ فیصلے میں کہا گیا کہ استاد کے اپنے بیان اور یونیورسٹی کی انکوائری سے ثابت ہے کہ طالبہ کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے مرتکب ہوئے اور یونیورسٹی کو حکم دیا کہ انہیں برخاست کرنے کے حکم پر مکمل عمل کیا جائے۔ چنانچہ یونیورسٹی نے بادل نخواستہ اس بااثر بڑے سیاسی خاندان کے فرد استاد کو یونیورسٹی سے نکال دیا۔ یہ پاکستان کے سب سے مہنگے صف اوّل کے تعلیمی ادارہ کا کارنامہ ہے۔ جہاں داخلہ لینے کا ہر کوئی خواب دیکھتا ہے۔ اگر یہ بات کسی چھوٹے موٹے مدرسے کے بارے میں سامنے آجاتی تو میڈیا ایک طوفان کھڑا کر دیتا۔ لبرلز، سیکولرز اور مذہب بیزار طبقے، این جی اوز کی ماڈریٹ اور ڈالرز آنٹیاں کھل کر سامنے آجاتیں۔ سیکولر جماعتوں کے رہنماؤں کی سیاست الگ ہوتی ہے اور مدارس کے خلاف وہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ الامان الحفیظ!

مگر ۲ رنومبر ۲۰۱۳ء کو لمز یونیورسٹی کے سید سہگل ایڈیٹوریم میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے خلاف ایک سیمینار ہوا جس میں پاکستان کے معروف مزاح نگار کالم نویس کے صاحبزادے علی عثمان قاسمی نے نہایت زہریلا خطاب کرتے ہوئے اس آئینی ترمیم کے خاتمے اور قادیانیوں کو اپنے مذہب کی مکمل تبلیغ اور تشہیر کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ خطاب نہ صرف آئین پاکستان کی خلاف ورزی تھا بلکہ اس سے مسلمانوں کے جذبات بھی مجروح ہوئے۔ دینی جماعتوں نے اس سلسلہ میں وائس چانسلر کو خطوط لکھے مگر جواب ندارد۔

افسوس یہ ہے کہ اس ادارے کے قانون کے تحت صدر پاکستان اس ادارے کے چانسلر ہیں۔ انہیں جتنا شغف دہی بھلے کھانے سے ہے اگر اس کا عشر عشیر بھی آئین کی حفاظت کے لئے ہو تو کافی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

حضرت مولانا جمشید علی خان رحمۃ اللہ علیہ

حافظ مومن خان عثمانی

حضرت مولانا جمشید علی خانؒ ۱۹۲۸ء کو قصبہ بھیائی کیرانہ ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے گاؤں میں ابتدائی عصری تعلیم حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ حفظ قرآن کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر میں حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اول حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ کے ہاں ابتدائی علوم حاصل کئے۔ مولانا جمشیدؒ نے حسامی تک کی کتابیں یہیں پڑھیں۔ حضرت مولانا مولانا مسیح اللہ خانؒ سے بیعت اور ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں علوم وفنون کی تکمیل کے بعد جانشین شیخ الہندؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علیؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر ۵۲،۱۹۵۱ء میں سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۵۲ء میں آپ نے پاکستان ہجرت کر کے مولانا ظفر احمد عثمانی کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور مسلسل بارہ سال تک انتہائی جانفشانی کے ساتھ علوم، فنون اور حدیث کا درس دیا۔ اسی دوران حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے قائم کردہ ''صیانۃ المسلمین'' میں شامل ہو کر ذمہ دارانہ حیثیت سے امت مرحومہ کی اصلاح کی فکر میں لگے رہے۔ ٹنڈوالہ یار میں درس وتدریس کے دوران ہی مولانا جمشید علیؒ کا تعلق حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی ایمانی تحریک دعوت وتبلیغ کے ساتھ پیدا ہوا اور پھر اس کے ساتھ ایسے جڑے کہ ساری زندگی دعوت وتبلیغ میں گزار دی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ ایک تبلیغی جماعت ٹنڈوالہ یار آئی۔ مولانا جمشیدؒ وضو فرما رہے تھے۔ اس جماعت کے ایک میواتی بھائی نے مسواک نہ ہونے کی وجہ سے ایک سرد آہ بھری۔ اس سیدھے سادے ان پڑھ میواتی کی آہ جو اس کے دل کی گہرائی سے نکلی تھی۔ حضرت مولانا کے دل پہ جا لگی۔ اس آہ نے مولانا کو اتنا متاثر کیا کہ حضرت مرحوم ہمیشہ کے لئے دعوت وتبلیغ کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ مولانا مرحوم دعوت وتبلیغ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔

۱۹۶۴ء سے مولانا مرحوم نے اپنے آپ کو رائیونڈ مرکز کی تبلیغی اور بتدریسی خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ ۱۹۹۷ء تک مولانا مرحوم مختلف علوم وفنون کا درس دیتے رہے۔ ۱۹۹۷ء میں مدرسہ عربیہ رائیونڈ کے صدر المدرسین حضرت اقدس مولانا قاضی ظاہر شاہؒ کی وفات کے بعد مولانا مرحوم صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں مدرسہ عربیہ رائیونڈ میں دورہ حدیث شریف کا اجرا ہوا تو بخاری شریف کا شرف آپ کے حصہ میں آیا اور اس طرح آپ صدر المدرسین ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر جلوہ افروز ہو گئے۔ حضرت مرحوم نے رائیونڈ مرکز کی تبلیغی مصروفیات اور جہد مسلسل کے باوجود کبھی اسباق کا ناغہ نہیں کیا اور اس دوران دنیا بھر کے ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا۔ آپ کے تلامذہ مشرق ومغرب شمال وجنوب، عرب وعجم، وسطی ایشیا، عرب ممالک، افریقہ، یورپ، امریکہ، کینیڈا، روس، چین، جاپان اور دنیا کے دیگر ممالک میں دعوت وتبلیغ اور

علوم نبویہ کی اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔اس کے ساتھ مولانا مرحوم پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں سمیت عرب ممالک، افریقہ اور یورپ کے بعض ممالک کے تبلیغی اسفار بھی کر چکے ہیں۔مولانا جمشید مرحوم نے ساری زندگی دعوت الی اللہ اور درس وتدریس میں گزاری۔آپ سادگی میں اکابر کا نمونہ تھے۔حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب زید مجدہم فرمایا کرتے تھے کہ میں مولانا جمشید صاحب کو رائیونڈ کے مدرسہ سے اس لئے الگ نہیں کرنا چاہتا کہ ان میں دو عظیم صفات پائی جاتی ہیں۔ایک یہ کہ موصوف منکر (غیر شرعی امور) کو برداشت نہیں کرتے۔دوم یہ کہ ان میں اکابر کی سی سادگی ہے۔مولانا جمشیدؒ نے زندگی کا طویل عرصہ رائیونڈ مرکز میں گزارا ہے۔مگر مولانا مرحوم نے ساری زندگی انتہائی سادگی میں گزاری اور آخر تک چٹائی کو نہیں چھوڑا۔اگر مولانا چاہتے تو ہر قسم کی سہولیات ان کے قدم چومنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھیں۔علما کی قدر دانی اور ان کی خدمت میں حاضری تو تبلیغی جماعت کا ایک اہم وصف ہے۔مگر مولانا جمشیدؒ اس محاذ میں سب سے آگے تھے۔

مولانا جمشیدؒ بڑے جلالی طبیعت کے مالک تھے۔ایک دفعہ راقم الحروف حضرت مولانا جمشیدؒ کے ساتھ رائیونڈ مرکز میں ان کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ایک عرب مہمان کو لایا گیا جس پر جنات کا اثر تھا۔مولانا مرحوم نے اپنے جلالی انداز میں گرجتے ہوئے فرمایا هل انت مسلم؟ کیا تم مسلمان ہو۔اس نے کہا جی ہاں۔میں مسلمان ہوں۔مولانا مرحوم نے فرمایا ماقرأت حديث الرسول ﷺ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں پڑھی کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے؟ تم اس کو کیوں تکلیف پہنچاتے ہو؟ یہ کہہ کر اس کو واپس کر دیا اور وہ بالکل تندرست ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

مولانا جمشیدؒ بہت ساری خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے۔کافی عرصہ سے بیمار اور ضعیف تھے۔مگر اس کے باوجود اپنے مشن میں انتہائی لگن کے ساتھ مصروف عمل رہے اور وہیل چیئر پر گھوم پھر کر تمام سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔۳ر نومبر کو مغرب کے بعد انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔۴ نومبر مطابق ۱۰ محرم الحرام کو رائیونڈ اجتماع کے وسیع وعریض پنڈال میں آپ کی نماز جنازہ ادا کر دی گئی جس میں تقریباً چار لاکھ افراد شریک ہوئے اور رائیونڈ کے گورغریباں میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خالد الحسینی

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی نشانی ہے کہ علم ختم ہو جائے گا۔ یعنی عالم دنیا سے چلے جائیں گے۔ ایک زمانہ تھا کہ سندھ کا سکھر شہر علم وعرفان کا مرکز تھا۔ سکھر میں بڑے بڑے علماء کرام رہتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن سکھر والے اتنے بڑے عالم تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حج پر جا رہے تھے۔ جب سکھر پہنچے تو محض مولانا عبدالرحمٰن سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت سید تاج محمودؒ امروٹی کو تصوف کی نسبت مولانا عبدالرحمٰنؒ ہی سے حاصل تھی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن نے حضرت امروٹیؒ کو بلایا اور اپنے گلے لگا کر فرمایا کہ ہمیں جو حضور ﷺ سے نسبت اسی ملی تھی وہ ہم آپ کے حوالے کرتے ہیں اور ہم عنقریب دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اسی نسبت کی برکت تھی کہ حضرت امروٹی نے ساٹھ ہزار غیر مسلم (ہندوؤں) کو کلمہ شہادت پڑھایا اور اسلام کے اندر داخل فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ کی تو یہ کیفیت تھی کہ جس ہندو کو نظر اٹھا کر دیکھتے تو وہ ہندو مسلمان ہو جاتا تھا۔ حکومت برطانیہ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن کو اپنے مدرسہ میں نظر بند کیا تھا۔ ایک بار حکومت برطانیہ کا ایک افسر خدمت میں آیا جو گھوڑے پر سوار تھا اور کہنے لگا کہ تم مسلمان اور ہندو ہمارے لئے برابر ہو۔ تم ہندو کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ میں کسی کو تنگ یا کسی پر زبردستی نہیں کرتا۔ میں تو تجھے بھی کہتا ہوں کہ کلمہ پڑھ لو۔ حضرت کا صرف اتنا کہنا تھا کہ اسی افسر پر کیفیت طاری ہوگئی۔ گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور بے ساختہ اس کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوگیا۔ جب کوئی ہندو حضرت کے سامنے آتا تو آپ اس کو صرف یہ فرماتے کہ کیا یہ خوبصورت بدن اس لائق ہے کہ جہنم کا ایندھن بنے؟ اس لئے پڑھ ''لا الہ الا اللہ'' وہ اسی وقت مسلمان ہو جاتا تھا۔

ماضی قریب میں بڑے بڑے علماء کرام سکھر تشریف لائے۔ جن میں حضرت مفتی عبدالحکیم سکھروی، حاجی محمد کامل مرید خاص حضرت امروٹیؒ و حضرت ہالیجویؒ، حضرت مولانا احمد تھانوی، حضرت مولانا محمد مرادؒ، حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ بخاری، ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی، حضرت قاری محمد اسماعیل اور حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ قابل ذکر ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ خوش اخلاق، ملنسار، ہر ایک کا ہمدرد، مہمان نواز۔ آپ کی خدمت میں کوئی کسی کام کے لئے آتا تو حتی الامکان اس کے کام آنے کی کوشش کرتے۔ خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق تھے۔

آپ تقسیم ہندوستان سے پہلے ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان نے ہندوستان سے ہجرت کر کے سکھر سندھ میں آ کر سکونت اختیار کی۔ آپ نے ابتدائی کتابیں جامعہ اشرفیہ سکھر میں پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے

لئے آپ حضرت مولانا غلام اللہ خان کی خدمت میں راولپنڈی تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ فراغت کے بعد آپ اٹک کی مرکزی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ جب جامعہ اشرفیہ سکھر کے مہتمم حضرت مولانا محمد احمد تھانوی ضعیف العمر ہوگئے تو جامع مسجد بندر روڈ سکھر کی خطابت کے لئے حضرت قاری صاحبؒ کو اٹک سے بلوایا۔ سکھر تشریف لانے کے بعد آپ جامع مسجد بندر روڈ کے خطیب اور جامعہ اشرفیہ کے ناظم اور مدرس رہے۔ آخری عمر تک جامع مسجد اور جامعہ اشرفیہ سے وفاداری کے ساتھ وابستہ رہے۔ جامعہ اشرفیہ کے لئے آپ کی خدمات کو ہمیشہ سنہری الفاظ میں لکھا جائے گا۔

آپ نے جامعہ اشرفیہ کے لئے سندھ سے بہترین، چیدہ، چنیدہ اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل کیں اورانہیں جامعہ اشرفیہ سکھر لے آئے۔ جن میں فاضل دیوبند حضرات مولانا قطب الدین ہالیجویؒ، فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالہادی میمن ٹھیڑی شریف، میرے والد محترم فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالحئی الحسینیؒ شامل ہیں۔

عجیب اتفاق کہ یہ تین بزرگ جامعہ اشرفیہ میں تدریس کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ جب حضرت والد صاحب کا بطور شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ میں تقرر ہو رہا تھا تو یہ سارے حضرت گول مسجد سکھر میں تشریف فرما تھے۔ اسی دوران بطور خوش طبعی کے مخاطب ہوکر حضرت والد صاحب نے قاری خلیل احمد بندھانی کو فرمایا کہ قاری صاحب! جو بھی مدرس دارالہدیٰ ٹھیڑی کو چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ آتا ہے۔ وہ ادھر مرنے کے لئے آتا ہے اور میں بھی ادھر مرنے کے لئے آیا ہوں۔ خدا کی قدرت اسی سال کے آخر میں جامعہ اشرفیہ میں حضرت والد صاحب نے صحیح بخاری پڑھاتے ہوئے انتقال فرمایا۔ حضرت قاری صاحب جب حضرت والد صاحب کی تعزیت کے لئے ہمارے گاؤں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حضرت مولانا غلام اللہ خان کے صاحبزادے مولانا اشرف علی بھی تھے۔ حضرت قاری صاحب نے تعزیتی تقریر کے دوران فرمایا کہ تمہارا تو والد فوت ہوا ہے۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث کی وفات سے ہمارا تو گلشن اجڑ گیا۔ جب حضرت قاری صاحب سے ملاقات ہوتی تو آپ مجھے فرمایا کرتے کہ مولانا خالد! آپ کے والد مجھے بہت یاد آتے ہیں۔

دو تین سال پہلے حضرت قاری صاحب نے دل کا بائی پاس کرایا تھا۔ اس موقع پر بندہ مولانا محمد حسین ناصر مبلغ ختم نبوت سکھر کے ساتھ عیادت کے لئے جامع مسجد خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو فرمایا کہ آپ کے والد محترم کی عمر کتنی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت والد صاحب کی مسنون عمر ۶۳ سال تھی۔ اس پر فرمانے لگے کہ جب میری عمر ۶۳ سال کو پہنچی تھی تو میں نے دل میں کہا تھا کہ اگر مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہو تو اور کیا چاہئے؟ لیکن ”فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون (الاعراف)“ ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کر رکھا ہے۔

وفات کے دن حضرت قاری صاحب تھر کے علاقے میں امداد دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپس ہوتے ہوئے ضلع بدین میں وگھو موڑ پر گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ جس میں حضرت قاری صاحب کی وفات ہوگئی۔ آپ نصف صدی تک قرآن سنت کی تعلیم دیتے ہوئے ۲۴ رفروری بروز منگل کو رات ۹ بجے کے قریب اللہ رب العزت کے ہاں حاضر ہوگئے۔

احتساب قادیانیت جلد ۵۹ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ امابعد!

مرزا قادیانی نے ’’قصیدہ اعجازیہ‘‘ لکھا جس کا دوسرا نام ’’اعجاز احمدی‘‘ اور تیسرا نام ’’ضمیمہ نزول المسیح‘‘ بھی ہے۔ گویا ایک میں تین اور تین میں ایک یعنی تثلیث نصاریٰ کا مصداق ہے۔ مرزا قادیانی کو اس کی زندگی میں چار حضرات نے چیلنج دیا کہ آئیں میدان میں اور قصیدہ کا جواب لیں۔ ان میں: (۱) مولانا محمد حسن فیضیؒ (۲) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (۳) مولانا اصغر علی روحیؒ (۴) مولانا حاجی محمد یونسؒ دتاولی شامل تھے۔ مرزا قادیانی نے سامنے کیا آنا تھا، اس لئے کہ چمگادڑ کبھی سورج کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہ کر پایا ہے نہ کر پائے گا۔ اسی طرح چار حضرات نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کا جواب لکھا۔ (۱) مولانا قاضی ظفر الدینؒ (۲) مولانا اصغر علی روحیؒ (۳) مولانا حکیم نقیمت حسین اشرفیؒ (۴) مولانا میر محمد ربانیؒ۔ باقی جن حضرات نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کی اغلاط جمع کیں وہ تو بہت سارے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

۱...... مولانا فیضی کا قصیدہ مہملہ:

مولانا محمد حسن فیضیؒ چکوال کے معروف قدیمی قصبہ ’’بھیں‘‘ میں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حسن فیضیؒ نے اپنے چچازاد بھائی مولانا کرم الدینؒ کے ساتھ مل کر تعلیم دین حاصل کی۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ اور مولانا قاضی حمید الدین لاہوریؒ ایسے حضرات کے آپ شاگرد تھے۔ مولانا محمد حسن صاحبؒ عربی زبان پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ بے نقط عربی نظم ونثر لکھنے پر قادر تھے۔ اس لئے ’’فیضی‘‘ کے نام سے موسوم ہوئے۔ مولانا فیضی مدرسہ نعمانیہ لاہور میں علوم عربیہ کے اعلیٰ درجہ کے عرصہ تک مدرس رہے۔ مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۰۱ء جمعہ کے روز وصال فرمایا۔ مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ (اعجاز احمدی) لکھنے سے چار سال قبل مولانا فیضی مسجد حسام الدین سیالکوٹ میں ۱۳؍فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سے ملے اور یہ قصیدہ پیش کیا۔ جسے دیکھ کر مرزا قادیانی کے حواس کی سٹی گم ہوگئی۔ ایسے مخبوط الحقل ہوا کہ ’’یتخبطه الشیطان من المسّ‘‘ کا مصداق ہوگیا۔ اس کی تفصیل قصیدہ کے شروع میں مصنف کے ہاتھ سے لکھی ہوئی موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آج تک جہاں جہاں یہ قصیدہ شائع ہوا بغیر ترجمہ کے شائع ہوا۔ میرے مخدوم زادہ ڈاکٹر حامد اشرف ہمدانی نے راقم کی درخواست پر اس کا ترجمہ کردیا۔ اس کتاب میں قصیدہ بمع ترجمہ شائع ہورہا ہے۔

۲...... رسالہ ’’الہامات مرزا‘‘ سے ’’چھٹی پیش گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ‘‘:

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا رسالہ ’’الہامات مرزا‘‘ احتساب قادیانیت جلد ہشتم کے ص۹ سے ۱۴۵ تک شائع ہوا تھا۔ یہ فروری ۲۰۰۳ء کی بات ہے۔ ’’الہامات مرزا‘‘ تین بار خود مرزا قادیانی کی زندگی میں شائع

ہوا۔ پہلی بار ۱۹۰۱ء میں یہ رسالہ شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں اس پیشین گوئی پر ص۲۷ سے ص۸۱ تک تبصرہ موجود تھا۔ احتساب میں جو ہم نے شائع کیا یہ جولائی ۱۹۲۸ء کی طبع ششم تھی۔ الہامات مرزا میں مرزاقادیانی کی پیشین گوئیوں کو زیربحث لایا گیا ہے۔ ''چھٹی پیشین گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ'' ہے جس میں مرزاقادیانی کے رسالہ اعجاز احمدی کے قصیدہ پر بحث کی گئی ہے۔ اس پیشین گوئی والے حصہ کو ''الہامات مرزا'' سے ملخص کر کے ہم دوبارہ یہاں شائع کر رہے ہیں تاکہ مرزاقادیانی کے قصیدہ ''اعجاز احمدی'' کے رد میں جو لکھا گیا وہ یکجا ہو جائے۔ اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ بات قابل توجہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحبؒ نے خود مرزاقادیانی کو چیلنج کیا تھا کہ مجھے موقع دیا جائے۔ میں خود مرزاقادیانی کے روبرو، دوبدو، زانو بہ زانو، شانہ بشانہ بیٹھ کر مرزاقادیانی کے قصیدہ کے اغلاط پیش کروں۔ مرزا ان کی تصحیح کرے، پھر میں اسی جگہ مرزا کے قصیدہ کا جواب بھی قصیدہ عربی لکھ کر پیش کردوں گا۔ لیکن مرزاقادیانی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ مولانا امرتسری مرحوم کے چیلنج کو قبول کرتا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جون ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد خضر تھا۔ کشمیری پنڈتوں کی شاخ منٹو سے تعلق تھا۔ یہ اسلام آباد سے اننت ناگ کشمیر سے امرتسر آ گئے تھے۔ امرتسر میں جناب خضر صاحب پشمینہ کے تاجر تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے بچپن میں والد صاحب کا وصال ہو گیا تو بڑے بھائی کے ساتھ رفوگری پر لگ گئے۔ اچھے خاصے کاریگر تھے۔ اسی زمانہ میں مولانا احمد اللہ امرتسریؒ سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر مولانا عبدالمنانؒ وزیرآباد کے پاس چلے گئے۔ مولانا نذیر حسین دہلویؒ کو مولانا عبدالمنانؒ کی سند دکھا کر ان سے اعزازی سند لی، سہارنپور بھی گئے۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ دورہ حدیث شریف کی۔ پھر کانپور مدرسہ فیض عام میں مولانا احمد حسنؒ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ پھر اپنے استاذ اوّل مولانا احمد اللہ امرتسریؒ کی زیرنگرانی امرتسر میں پڑھانا شروع کیا۔ یہاں سے ملک بھر میں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ بہت ذہین مناظر اسلام تھے۔ آپ نے رد قادیانیت کے لئے وہ خدمات سرانجام دیں جو قابل رشک ہیں۔ قادیانیت ہی نہیں بلکہ اس کا بانی مرزاقادیانی بھی آپ کے نام سے اس طرح کانپتا تھا جس طرح شیطان، سیدنا فاروق اعظمؓ کے نام سے لرزاں ترساں ہو کر بھاگ جاتا تھا۔ آپ نے مرزاقادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے جو لتے لئے وہ حصہ ''الہامات مرزا'' سے اس جلد میں شائع کر رہے ہیں۔ مولانا کا وصال ۱۵؍مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں ہوا۔ فقیر کو مجاہد ملت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ کے ہمراہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے مرقد پر ایصال ثواب کی غرض سے حاضری کی سعادت نصیب بھی ہوئی ہے اور بس۔

۳…… قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ:

اس قصیدہ کے مؤلف مولانا قاضی ظفرالدین احمدؒ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ قاضی ظفرالدین بن قاضی محمد امام الدین بن قاضی نور محمد بن قاضی فیض رحیم۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے اباء واجداد جموں کشمیر سے آ کر گوجرانوالہ میں آباد ہوئے۔ گوجرانوالہ سے شمال مغرب میں ایک قصبہ کوٹ قاضی کے نام سے موسوم ہے۔ قاضی ظفرالدین کے اجداد ''قاضی'' کے منصب پر فائز رہے۔ اس لئے ان کے رہائشی گاؤں کا نام ''کوٹ قاضی''

قرار پایا۔ اسی ’’کوٹ قاضی‘‘ میں ۱۲۷۵ھ میں قاضی ظفرالدین پیدا ہوئے۔ پھر ’’کوٹ قاضی سے جنڈیالہ باغ والا‘‘ میں منتقل ہوگئے۔ مغلیہ عہد میں گوجرانوالہ ’’ایمن آباد‘‘ کے تحت ’’کوٹ قاضی‘‘ میں منصب قضاء پر یہ خاندان فائز تھا۔ قاضی ظفرالدین کے والد گرامی عالم، فاضل تھے۔ آپ نے انہیں سے عربی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے والد گرامی اور دیگر اساتذہ سے حدیث، تفسیر، طب، ادب، معقولات، فقہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے آپ نے فاضل عربی، مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ پھر اورینٹل عربی کالج لاہور میں ۱۸۸۱ء سے آخری دور حیات تک تعلیم دیتے رہے۔ اس طرح حکومتی دوسرے تعلیمی اداروں میں بھی آپ کے لیکچرز ہوتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں مدرسہ حمیدیہ لاہور میں پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ جامعہ حمیدیہ، انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر اہتمام تھا۔ جامعہ حمیدیہ کو قاضی حمیدالدین رئیس حمایت اسلام لاہور کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ جب مدرسہ حمیدیہ کے ناظم قاضی ظفرالدینؒ مقرر ہوئے تو آپ نے ندوۃ العلماء، پنجاب یونیورسٹی اور جامعہ ازہر کے نصاب ہائے تعلیم سے مدرسہ حمیدیہ کا نصاب ترتیب دے کر رائج کیا جو دینی و دنیوی تعلیمی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ قاضی ظفرالدین صاحبؒ کی حصول تعلیم اور تدریسی سرگرمیوں کا تمام وقت لاہور میں گزرا۔ اس لئے وہ ’’قاضی ظفرالدین لاہوری‘‘ کے نام سے معروف ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کی صحت گرنے لگی تو آپ رہائشی قصبہ جنڈیالہ باغ گوجرانوالہ میں منتقل ہوگئے۔ حتیٰ کہ ۱۳۲۲ھ ۲۹ ماہ رمضان المبارک، مطابق یکم دسمبر ۱۹۰۴ء کو آپ کا یہاں وصال ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش جمعہ کے روز ہوئی اور وصال جمعرات کو ہوا۔ آپ نے سینتالیس سال عمر پائی۔ قاضی ظفرالدین مرحوم نے جبال العلم اساتذہ سے کسب علم کا شرف حاصل کیا۔ ان میں: ۱...... علامہ فیض الحسن سہارنپوری (وفات: ۱۳۰۴ھ) ۲...... مولانا غلام قادر بھیروی بگوی (وفات: ۱۳۲۶ھ) ۳...... مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکوی (وفات: ۱۹۲۴ء) ۴...... مولانا محمد الدین لاہوری (وفات: ۱۸۹۸ء، مطابق ۱۲ر رجب ۱۳۱۶ھ) بہت معروف ہیں۔ ان اساتذہ کرام کے حالات جاننے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ یہ تمام حضرات اپنے اپنے دور میں یگانہ روزگار شخصیات تھیں۔ ان سے مولانا قاضی ظفرالدینؒ نے کسب فیض کیا اور پھر ان کے علوم کے ناشر و شارح قرار پائے۔ مولانا قاضی ظفرالدینؒ کے شاگردوں میں مولانا اصغر علی روحیؒ (وفات: مئی ۱۹۵۳ء) ایسے نامور علماء و مشائخ شامل تھے۔ مولانا قاضی ظفرالدینؒ کے حلقہ احباب میں: ۱...... مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (وفات: مارچ ۱۹۴۸ء) ۲...... حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ (وفات: ۱۱رمئی ۱۹۳۷ء) ۳...... مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ (وفات: ۱۳۲۰ھ) ۴...... مولانا محمد حسین بٹالوی ۵...... مولانا عبدالجبار غزنوی (وفات: جمعۃ الوداع رمضان ۱۳۳۱ھ) ۶...... استاذ ٹی ڈبلیو آرنلڈ (وفات: ۹رجون ۱۹۳۰ء) ایسے اہل علم حضرات، نامور شخصیات، علماء و مشائخ شامل تھے۔ آپ کے اساتذہ اور دوستوں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ مولانا قاضی ظفرالدینؒ کتنے بڑے فاضل شخص تھے۔ منکسر المزاج، شریف الطبع، علامہ، فہامہ تھے۔ انہیں خوبیوں کے باعث بڑے بڑے ہم عصر علماء اور اکابر آپ کو مخدوم کے خطاب سے یاد فرماتے تھے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء!

انجمن اسلامیہ پنجاب، انجمن حمایت اسلام لاہور، محمڈیہ ایسوسی ایشن، جامعہ حمیدیہ، اورینٹل کالج، انجمن ہمدردان اسلام، انجمن مستشار العلماء، انجمن معاونین محمدی برادران، ندوۃ العلماء ایسی تنظیمات و اداروں میں آپ

نے خدمات سرانجام دیں۔ آپ اپنے دور میں انسانیت کے خادم اور مسلمانوں کے بہت بڑے خیرخواہ شمار ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں: ۱...... تکمیل النجاۃ فی ترجمہ کتاب الصلوٰۃ لابن القیم۔ ۲...... سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل۔ (لغت) ۳...... الوشاح۔ (شعر، وعروض) ۴...... سلک جواہر (انٹرمیڈیٹ کورس عربی کے نصاب میں شامل تھی) ۵...... علق نفیس قصائد سبعہ معلقہ کی شرح اور شعراء قصائد کا تعارف مشہور ومعروف ہیں۔ ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت فاضل شخصیت تھے۔ تمام علوم پر کامل دسترس تھی۔ لیکن عربی لغت وعربی ادب میں آپ کو مثالی درک حاصل تھا۔ بجا طور پر آپ عربی کے ماہر وممتاز شاعر سمجھے جاتے تھے۔

مولانا قاضی ظفر الدینؒ اور ردقادیانیت

مولانا قاضی ظفر الدینؒ صاحب دفاع عن الاسلام، تردید فرق باطلہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ردقادیانیت میں آپ کو تحریک ختم نبوت کے نامور جرنیل کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب جھوٹے مدعی نبوت، کذاب قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو جامع بادشاہی مسجد لاہور میں مناظرہ وتفسیر نویسی کا چیلنج دیا جسے پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے قبول فرمایا اور لاہور مقررہ تاریخ ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء کو تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ۸۶ جید علماء کرام کی جماعت تھی جس میں سینتالیسویں نمبر پر مولانا قاضی ظفر الدینؒ کا اسم گرامی تھا اور جب مرزا قادیانی نے قصیدہ اعجازیہ یعنی ''اعجاز احمدی'' لکھا جہاں اس میں اور حضرات کو مخاطب کیا۔ وہاں مرزا قادیانی نے مولانا قاضی ظفر الدین صاحبؒ کو مخاطب کیا۔ اعجاز احمدی ص۴۹، ۸۶، خزائن ج۱۹ ص۱۶۰، ۱۹۹ پر مرزا قادیانی نے جل بھن کر مولانا قاضی ظفر الدینؒ کے نام کو اپنے مقابلہ کے لئے پکارا ہے۔ کذاب قادیان نے اعجاز احمدی میں شامل عربی قصیدہ لکھ کر شائع کیا اور مخالفین کو کہا کہ بیس دن میں جواب لکھ کر شائع کر کے مجھے پہنچاؤ۔ اس ملعون سے کوئی پوچھے کہ اگر یہ اعجاز ہے تو جواب کے لئے بیس دن کی قید کیوں؟ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ اس قصیدہ سے قبل مرزا قادیانی کے مولانا پیر مہر علی شاہؒ کے مقابلہ میں نہ آنے کے باعث اگست ۱۹۰۰ء میں علماء نے قرارداد منظور کی تھی کہ اب مرزا قادیانی کو قابل تخاطب نہ سمجھا جائے۔ اسے معلوم تھا کہ علماء اس کے جواب کے لئے حسب قرارداد جو اس قصیدہ سے دو سال قبل منظور ہو چکی تھی، علماء اسے تخاطب کے لائق نہیں سمجھتے۔

۲...... پھر مزید مرزا نے دجل یہ کیا کہ قصیدہ لکھ کر ان مخاطب علماء کو نہ بھجوایا۔

۳...... جب ادھر ادھر سے ان کو معلوم ہوا یا مدت گزرنے کے بعد ظاہر کیا گیا جب کہ مرزا قادیانی ڈینگ وڈینگ کا بازار گرم کر چکا تھا۔ تب علماء پر منکشف ہوا کہ اس ملعون نے اسے قصیدہ اعجازیہ بھی قرار دیا اور بیس دن جواب کی قید بھی لگادی۔ کیا بیس دن کے بعد اس قصیدہ کا اعجاز ختم ہو جائے گا؟ لیجئے! جن جن حضرات کو خطاب کیا۔ ان سب نے مرزا قادیانی کے گلے میں پٹہ، گھنٹی سمیت باندھ دیا تا کہ اس کذاب کا ''باؤلا پن'' دنیا پر واضح ہو جائے۔

ان حضرات میں سے ایک حضرت مولانا قاضی ظفر الدینؒ تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کے مقابلہ میں ''قصیدہ رائیہ جوابیہ'' تحریر کیا۔ مرزا قادیانی کے چیلنج کو صرف قبول ہی نہ کیا بلکہ جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر پہنچا دیا۔ تا کہ جھوٹے کو گھر پہنچانا اور جھوٹے کو ہی نہیں اس کی ماں کو مارنا، دونوں مثالوں کا مشارالیہ قوم کے سامنے

آ جائے۔ مرزا قادیانی کے قرض کو اتار چکے۔ لیکن ابھی اس قصیدہ کو شائع نہ کیا تھا کہ لاہور سے اپنے آبائی قصبہ جنڈیالہ باغ گوجرانوالہ آ گئے۔ وفات کے بعد آپ کے مسودات اور کتب کو جمع کیا گیا تو یہ قصیدہ بھی ملا۔ مولانا قاضی ظفرالدینؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد داؤدؒ نے اپنے دوسرے استاذ اور مولانا قاضی ظفرالدینؒ کے دوست مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کو قصیدہ رائیہ دیا کہ اسے آپ شائع کر دیں۔ مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے اپنے ہفتہ وار اخبار اہل حدیث امرتسر کی اشاعت ۱۱، ۱۸، ۲۵؍جنوری، یکم، ۱۵، ۲۲؍فروری اور ۸؍مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ گویا سات اقساط میں یہ قصیدہ مکمل طور پر شائع ہوگیا۔ رب کریم جل جلالہ کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس ذات کی ہر وقت شان نرالی ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں مصنف قصیدہ رائیہ جوابیہ نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں قصیدہ تحریر کیا۔ مصنف اپنی زندگی میں شائع نہ کر پائے۔ لیکن رب کریم نے مصنف کے وصال کے عرصہ بعد ایسے وقت میں مکمل شائع کرا دیا۔ جب مرزا قادیانی ابھی زندہ تھا۔ مرزا قادیانی کے مرنے سے قبل جواب کا چھپ جانا اور اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد مرزا قادیانی کا سال بھر زندہ رہنا اور اپنے رد میں قصیدہ کا جواب الجواب نہ لکھنا۔ ”مرزا کی بولتی بند ہوگئی۔“ بولو رام ہو گیا۔ ”جیتے جی نمونہ عبرت بن گیا“ ایسا دم بخود ہوا کہ یہ قصیدہ ”دُرّہ عمرؓ کا منظر“، ”قاضی ظفر کا خنجر بر گلوئے مرزا......“ ثابت ہوا۔ اسے کہتے ہیں کہ ”جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔“

عرصہ ہوتا ہے کہ فقیر نے احتساب قادیانیت کے نام پر رد قادیانیت پر اکابر کے رشحات قلم کو یکجا کرنا شروع کیا۔ اس دوران میں مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں تمام قصائد کو جمع کرنے کا خیال ہوا کہ ان سب کو ایک جلد میں جمع کر دیا جائے۔

اب حضرت مولانا قاضی ظفرالدینؒ کے قصیدہ رائیہ جوابیہ کی تلاش شروع ہوئی۔ اوائل ۱۹۰۷ء کے پرچہ کی تلاش ایک سو سال بعد شروع ہوئی۔ اخبار جو پڑھنے کے بعد ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ سو سال بعد ان کی تلاش، جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔ فقیر نے سالہا سال اس کی تلاش میں دردر کی ہوا کھائی۔ احتساب جلد اوّل سے شروع ہوکر جلد ۵۸ تک شائع ہو گئیں۔ ایک عرصہ بیت گیا۔ چہار جانب تلاش کے باوجود قصیدہ نہ ملا اور قریباً ملنے سے مایوسی ہو چلی۔ اب اس خیال نے جڑ پکڑنا شروع کی کہ احتساب قادیانیت کے کام کو قصائد کی جلد کے بغیر سمیٹ اور لپیٹ دیا جائے۔ اس دوران میں ایک دن بورے والا سے جناب محمد سہیل صاحب کا فون آیا کہ قصیدہ رائیہ جوابیہ مکمل مل گیا ہے۔ فرمائیں تو ای میل سے بھجوا دوں۔ فقیر نے عرض کیا کہ چند دنوں تک خود لینے کے لئے حاضر ہوں گا۔ وہاڑی میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جمعہ کے بعد بورے والا گیا۔ اس قصیدہ کی فوٹو لایا۔ قصیدہ کیا ملا؟ سالہا سال کی گم شدہ متاع عزیز حاصل ہوگئی۔ فقیر کو جناب ڈاکٹر بہاءالدین صاحب مؤلف تحریک ختم نبوت کی طرف سے اس قصیدہ کی کمپوزنگ کا پرنٹ بھی مل گیا۔

شعبان ۱۴۳۵ھ میں سالانہ ختم نبوت کورس کے موقعہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری دامت برکاتہم نے فقیر کی درخواست پر اس قصیدہ کا ترجمہ کر دیا۔ بعد میں جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف پروفیسر پنجاب یونیورسٹی اور مولانا محمد عبداللہ معتصم نے بھی اس پر نظر ثانی اور اعراب لگا دیئے۔ رمضان المبارک میں حجاز مقدس اور شوال میں یو.کے کا

سفر درپیش تھا۔ اس دوران برادر عدنان سنپال نے کمپوزنگ کا کام مکمل کر دیا۔ یوں سالہا سال بعد کی جدوجہد سے اس قصیدہ کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ فقیر کے جسم کا رواں رواں رب کریم بے نیاز کے دروازہ پر سراپا عجز و نیاز ہے۔ بڑھاپے میں سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا دیا۔ فقیر کو یہ قصیدہ کیا ملا کہ حی وقیوم نے بڑھاپے میں اس نعمت سے سراپا شکر بنا دیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک!

۴...... وقال بعض المتنبئین:

مولانا اصغر علی روحیؒ راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام قاضی شمس الدین تھا۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مولانا اصغر علی روحی بن قاضی شمس الدین بن پیر بخش بن رکن الدین بن حامد بن عیسیٰ۔ سیالکوٹ کے موضع کاہنا نوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد قاضی شمس الدین کاہنا نوالہ ضلع سیالکوٹ سے ترک وطن کر کے دریائے چناب کے کنارے جی.ٹی روڈ کے قریب قصبہ کٹھالہ چناب میں تشریف لائے۔ یہاں کٹھالہ کے نام سے ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ وزیر آباد سے چھ سات میل پر ضلع گجرات میں یہ قصبہ واقع ہے۔ اسی کٹھالہ کو مولانا اصغر علی روحیؒ کے مولد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ۱۸۷۱ء کے اوائل میں مولانا کی پیدائش ہوئی۔ مولانا اصغر علیؒ کے والد گرامی کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ والد صاحب کی وفات کے وقت مولانا اصغر علیؒ کی عمر آٹھ سال تھی۔ آپ چار بھائی تھے۔ سب سے چھوٹے آپ تھے۔ اس چھوٹی عمر میں والد گرامی نے ابتدائی کتب آپ کو نہ صرف پڑھا دی تھیں بلکہ بعض کتابیں از بر بھی کرا دی تھیں۔ والد صاحب مرحوم کے وصال کے بعد گجرات کے بعض مدارس میں سلسلہ تعلیم کو جاری رکھا۔ اس زمانہ میں دہلی ولاہور علم کے مراکز سمجھے جاتے تھے۔ مولانا اصغر علی اس چھوٹی عمر میں ہی لاہور تعلیم کے حصول کے لئے جانا چاہتے تھے۔ مگر والدہ سے اجازت نہ ملتی تھی۔ بار بار کے اصرار پر والدہ سے اجازت ملی تو ٹرین کے ذریعہ لاہور آئے۔ لوہاری منڈی مسجد پٹولیاں میں پہلی نماز ادا کی۔ جہاں مولانا عبدالوہاب نام کے نابینا بزرگ امام تھے۔ علیحدگی میں مولانا اصغر علی روحی ان سے ملے۔ اپنی بپتا سنائی اور یہ بھی بتایا کہ میں نے صرف ونحو کی چند کتب والد مرحوم سے پڑھی ہیں۔ امتحان دیا جواب درست تھے تو مولانا عبدالوہاب نے صرف ونحو پڑھنے کے لئے زمرہ طلباء میں داخل کر لیا۔ ۱۸۸۱ء میں منشی کا اورینٹل کالج میں داخلہ بھی لے لیا۔ پھر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۲ء تک دس سال میں منشی، منشی فاضل، مولوی فاضل، بی.او.ایل، ایم.او.ایل تک دس سال میں گیارہ ڈگریاں حاصل کر لیں۔ ہمیشہ یونیورسٹی بھر میں اوّل یا دوم آتے رہے۔

مولانا عبدالحکیم کلانوری، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے یگانہ روزگار حضرات سے مولانا روحی نے اکتساب علم کیا۔ آپ یونیورسٹی میں اوّل آتے رہے تو آپ کو وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ پھر ملازمت بھی مل گئی۔ ۱۸۹۲ء میں ہی اورینٹل کالج کے پروفیسر لگ گئے۔ آپ نے یتیمی کے دور میں بڑی مشقت سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان واقعات کا اولاد کے سامنے تذکرہ کرتے تو آنسو بھر لاتے۔ تمام بھائیوں اور والدہ کی خدمت کی۔ سالانہ رخصت کا عرصہ ہمیشہ والدہ کے پاس کٹھالہ گاؤں میں گزارتے۔ آپ نے فارسی وعربی ادب میں اتنا رسوخ حاصل کر لیا کہ ان زبانوں میں شعر گوئی

شروع کردی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں مولانا محمد حسین آزاد، مولانا حالی، مولانا شبلی، نواب بہاول پور، علامہ اقبال، نواب محسن الملک سے رابطہ ہوا تو آپ کے علم کے جوہر کھلنے لگے اور شعر گوئی نے شہرت حاصل کر لی۔

جناب محمد ذوالفقار رانا نے پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۸۴ء میں پی۔ایچ۔ڈی کے لئے ''مولانا اصغر علی الروحی احوال وآثار اور ان کے عربی دیوان شعر کی جمع وترتیب'' کے عنوان پر چار جلدوں میں مقالہ لکھا۔ جس میں مولانا روحی کا عربی کلام سارا جمع ہو گیا۔ فارسی دیوان بھی مولانا روحی کے بیٹے ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی صدر شعبہ عربی واسلامیات گورنمنٹ کالج لاہور کے پاس موجود تھا۔ مولانا روحی ۱۸۹۲ء سے پروفیسر لگے۔ ۱۹۳۱ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اسلامیہ کالج کی تعمیر میں چھ بلاک بنے تو ایک بلاک کو ''روحی بلاک'' کا نام دیا گیا۔ میاں امیر الدین، جناب حمید نظامی، چوہدری رحمت علی، خلیفہ شجاع الدین، مولانا غلام رسول مہر، شفاء الملک، حکیم محمد حسن قریشی، چوہدری محمد علی (سابق وزیراعظم پاکستان) ایسے سینکڑوں نامور شخصیات کو آپ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ انجمن حمایت اسلام کے اکتوبر ۱۸۹۷ء میں مدرسہ حمیدیہ کے سربراہ بنے۔ انجمن نعمانیہ ۱۳۰۴ھ میں قائم ہوئی۔ اس میں بھی آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ غرض سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں میں آپ مختلف ممتاز عہدوں پر سرفراز رہ کر تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی شہرت کے باعث ملک بھر کی دینی، تعلیمی، اصلاحی، قومی کانفرنسوں میں بھی آپ شریک ہوتے رہے۔

سر میاں محمد شفیع، سر فضل حسین، سر عبدالقادر، سر شہاب الدین، مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر علامہ اقبال، مولانا احمد علی لاہوری ایسے حضرات سے آپ کا دوستانہ تھا اور یہ بھی حضرات آپ کو دل وجان سے احترام دیتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ کے بہت سارے رسائل پر مولانا اصغر علی روحی کی تقریظات ہیں۔ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ باغ لاہور کی جب افتتاحی تقریب منعقد ہوئی تو مولانا احمد علی لاہوری نے مولانا اصغر علی روحی کو مدعو کیا۔ اس موقع پر مولانا اصغر علی روحی نے ''بنائے قاسم العلوم'' پر عربی میں ارتجالاً نظم بھی لکھ کر سنائی جو آپ کے عربی دیوان میں موجود ہے۔ مولانا اصغر علی روحی نے مولانا احمد علی لاہوری شیرانوالہ اور مولانا ابو الرشید عبدالعزیز خطیب مزنگ ان دو حضرات کے متعلق وصیت بھی کی تھی کہ ان دو میں سے کوئی میرا جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ مولانا احمد علی لاہوری نے جنازہ پر اپنے نمائندہ کے طور پر مولانا مہر محمد مدرس جامعہ فتحیہ اچھرہ والوں کو آگے کر دیا۔ ۳۰ رمئی ۱۹۵۴ء مطابق ۲۷ ررمضان المبارک ۱۳۷۳ھ میں آپ کا لاہور میں وصال ہوا اور وصیت کے مطابق اپنے گاؤں کٹھالہ گجرات میں مدفون ہوئے۔ تراسی سال آپ نے عمر پائی۔ آپ کی وفات پر آپ کے شاگرد مولانا غلام دستگیر نامی نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔ اس کے آخری مصرعہ سے ۱۹۵۴ء کا سال نکلتا ہے۔

برگ عالم دیں ختل روحی فوت عالم شد | ہمی گفتند چوں ناگاہ شد اصغر علی روحی
بطاعات خدا و مصطفیٰ عمرے بسر کردہ | سوئے جنت بعز و جاہ شد اصغر علی روحی
بسال انتقال آں یگانہ عالم و فاضل | بگو نامی جدا اے آہ شد اصغر علی روحی

(۱۹۵۴ء)

آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی نے ان کی متعدد تاریخ ہائے وفات نکالی ہیں۔ لیکن ایک تاریخ جو رباعی

کی شکل میں حسب ذیل ہے اس میں خوبی یہ ہے کہ سال ہجری کے ساتھ یوم وفات یعنی ۲۷ رمضان کا ذکر بھی موجود ہے؟

بیدار چو شد فتنہ و چوں امن نخفت — روحی زجہاں زیر زمیں روئے نہفت

تاریخ و فاتش چو زہاتف جستم — سہ یوم چو ماندہ زمہ رمضان گفت

(۱۳۷۳ھ)

وفات کے وقت اتفاقاً آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ مولوی فضل حق مرحوم کراچی سے سرحد کی طرف دورہ کے لئے جارہے تھے کہ ایک رات کے لئے لاہور آئے اور والد صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ٹھہرے۔ اسی روز جب آپ کو عصر کی نماز کے لئے جائے نماز پر بٹھایا گیا تو آپ دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد جائے نماز پر ہی لیٹ گئے۔ ان کے صاحبزادہ نے عرض کیا کہ عصر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہئے تھیں لیکن آپ نے دو رکعتیں پڑھ کر ہی سلام پھیر دیا ہے۔ اس پر مولانا نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ خاموش رہو۔ جائے نماز پر لیٹتے ہی جان رحمت حق کے سپرد کر دی۔ سفری نماز دو رکعت پڑھ کر سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ خوب! مولانا اصغر علی روحی ایک ماہوار رسالہ شائع کرتے تھے۔ جس کا نام ’’الہدیٰ‘‘ تھا۔ اس میں مرزا قادیانی کے سابق مرید جو بعد میں مرزا قادیانی کے اعلیٰ درجہ کے مخالفین میں شامل ہوگئے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں ’’الذکر الحکیم نمبر۶‘‘ شائع کیا۔ اس پر مولانا روحی نے تقریظ لکھی جو یہ ہے۔

تقریظ ...... ’’الذکر الحکیم‘‘

’’ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب ایم.بی. اسسٹنٹ سرجن فرسٹ گریڈ ریاست پٹیالہ نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں ’’الذکر الحکیم‘‘ کے نام سے ایک رسالہ نمبر۶ شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ مرزا قادیانی کی عیاریوں کا تاروپود کھول کر دکھایا ہے۔ چونکہ واقعات مندرجہ بربنائے عینی شہادت کے قلمبند ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں عدم صحت کا گمان نہیں چل سکتا۔ یہ رسالہ بالخصوص ان کم استعداد لوگوں کے لئے جو اس شخص کے دعاوی پر پھسل جایا کرتے ہیں اور اس کے مریدوں کو جواب دینے پر معذور ہو جاتے ہیں۔ ایک نہایت مفید آلہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید یا تو سرے سے پڑھنے کی تکلیف ہی نہ اٹھائیں گے۔ یا پڑھ کر دیوار پردے ماریں گے اور دو چار صلواتیں سنادیں گے۔ جو ان لوگوں کا شیوۂ قدیم ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہی امر اس رسالہ کی صداقت کی دلیل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اس کے جواب کی امید نہ رکھیں۔ قل موتوا بغیظکم پر عمل کریں۔ مرزا اور مرزائیوں نے آج تک نہ تو کسی کا جواب دیا ہے نہ دے سکتے ہیں۔ مگر یقین سمجھ لیں کہ ایسے رسالہ کا اثر عام طبائع پر نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء! رسالہ مذکور بقیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک منیجر صاحب مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال سے مل سکتا ہے۔‘‘ (الہدیٰ ج۵ نمبر۳ ص۳۵)

یہ رسالہ انشاء اللہ العزیز احتساب قادیانیت کی جلد ۶۰ میں شائع ہو رہا ہے۔

نزول مسیح علیہ السلام کی احادیث اور مرزا قادیانی

اسی ماہوار رسالہ (الہدیٰ ج۳ نمبر۶ ص۳۷ تا ۳۹) پر مولانا روحی کا یہ فتویٰ شائع ہوا۔

سوال…… کیا نزول مسیح کی حدیث مرزاقادیانی کی مؤید ہے؟

جواب…… جو امر نص آیت یا نص حدیث یا اجماع علمائے امت مرحومہ سے پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے۔ اس میں ایماندار کو چون وچرا کرنے کا کوئی موقع نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں آیت وحدیث کا بروئے اصول عربیت موازنہ کر کے صحیح معنی کا استنباط کرنا ضروری ہے اور علیٰ ہذا اجماع کی صحت کا معیار جو علمائے اصول نے قرار دیا ہے، مدنظر رہنا چاہئے اور اگر مخالف کجروی کرنے لگے تو اسے مرکز اصول سے نہ ہلنے دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ یقیناً صحیح ہے کہ تمام اہل بدعت وہوا ہمیشہ اصول سے بھاگا کرتے ہیں اور اگر کہیں اصول ان کے موافق پڑتا ہے تو وہاں شیر کی طرح اہل حق کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ اصول کہ الفاظ ہمیشہ اپنے معانی حقیقت پر محمول ہوں گے۔ الا اس صورت میں کہ معنی حقیقی کے لینے سے کسی دیگر نص یا اجماع کی مخالفت لازم آئے یا صریح عقل کے رو سے کوئی محال لازم آتا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ضرور ہمیں لفظ کو مجازی معنی پر محمول کرنا پڑے گا اور وہ معنی مجازی منجملہ ان اقسام مجاز کے ہوں گے۔ جن کی تفصیل کتب اصول میں مندرج ہے۔ مثلاً نزول مسیح کی حدیث میں مسیح علیہ السلام کے متعلق ’’یکسر الصلیب‘‘ (یعنی مسیح علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے) وارد ہے۔ مگر قادیانی یہ معنی لیتا ہے۔ لفظ مسیح سے مسیح ابن مریم مراد نہیں۔ بلکہ مسیح بروزی مراد ہے۔ یعنی ایسا شخص جس میں مسیح علیہ السلام کے کمالات جلوہ گر ہوں گے۔ کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ نصاریٰ کو دلائل کے رو سے مغلوب کرے گا۔ مگر جب یہ سوال کیا جائے کہ کسر صلیب کو حقیقی معنی پر محمول کرنے سے کون سا امر مانع ہے؟ دیکھو جب پیغمبر ﷺ نے مکہ فتح کیا تو بیت اللہ کے اندر جس قدر بت تھے سب کو پاش پاش کرادیا اور شرک کے تمام آثار مٹادیئے۔ اسی طرح اگر مسیح علیہ السلام نازل ہوکر کفر کے آثار کو مٹائیں گے تو اس میں کون سی خرابی لازم آتی ہے۔ اگر کسر صلیب سے دلائل کے ساتھ مغلوب کرنا مراد ہے تو یہ کون سی نئی بات ہے؟ کیونکہ شروع اسلام سے آج تک علمائے امت دلائل قاطعہ کے ساتھ نصاریٰ کا رد لکھتے رہے ہیں اور اس قدر لکھا ہے کہ اب نہ تو کوئی نیا اعتراض پیش ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی شخص نیا جواب دیتا ہے۔ نصاریٰ کے اعتراضات اسلام کے برخلاف مشہور ومعروف ہیں اور ان کے جوابات اظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ اہل علم خوب واقف ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ انہیں چند ایک چبائے ہوئے مضمون کو بار بار چبایا کرتے ہیں۔ ہم نے آج تک کوئی نیا اعتراض نہیں سنا جس کو بزرگان سلف نے نہایت زور کے ساتھ رد نہ کر دیا ہو اور موجودہ صدی کے علماء میں کئی ایک بزرگواروں نے عیسائیوں کا ایسا ناک میں دم بند کیا ہے کہ بجز گریز کے عیسائیوں کو کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ’’الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح‘‘ کیا اہل کتاب کے رد میں کچھ کم ہے؟ علامہ ابن حزم کی ملل ونحل نے جو خامہ فرسائی کی ہے اور جو جو الزامات نصاریٰ پر قائم کئے کیا نصاریٰ کی شکست کے لئے کافی نہیں؟ موجودہ زمانہ میں علامہ آلوسی بغدادی اور مولوی رحمت اللہ مہاجر کیرانوی مرحوم کے مباحثات ایسے نہیں کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہمیں کوئی نئی تیاری کرنی پڑے؟ انہیں جوابات کو کانٹ چھانٹ کر کے موجودہ علماء نصاریٰ کی تردید بخوبی کر سکتے ہیں۔ اہل یورپ کا فتنہ وفساد جو مذہب اسلام میں رخنہ انداز ہو رہا ہے سو اسے نصاریٰ سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ وہ علوم جدیدہ کے رو سے حملے کیا کرتے ہیں اور وہ حملے مقدس اسلام کی نسبت مسیحیت پر سب سے پہلے عائد ہوتے ہیں اور علوم فلسفیہ تو ہمیشہ مذہب کے پہلو بہ پہلو چلا کئے ہیں۔ مگر مذہب ہی

ہمیشہ غالب رہا۔ سچ ہے آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو اسے جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے کئی ایک اور جھوٹ گانٹھنے پڑتے ہیں۔ قادیانی نے جب اپنے تئیں بروزی مسیح قرار دیا تو یہ سوچا کہ مسیح کے کمالات میں مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں، اندھوں کا تندرست کرنا بھی قرآن میں مذکور ہے۔ مخالفین معجزہ کی استدعا کریں گے تو نہایت بے باکی کے ساتھ الفاظ کو ان کے غیر مقصود معانی پر حمل کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اس سے دل کے اندھوں اور کوڑھیوں کا تندرست کرنا مقصود ہے۔ ورنہ در حقیقت مسیح معجزہ نہیں دکھاتے تھے۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ مسمریزم کا عمل کیا کرتے تھے۔ اگر میں اس عمل کو حقیر نہ سمجھتا تو مسیح سے کم نہ تھا۔ (عجیب تناقض یہ کہ) ہم کہتے ہیں کہ علمائے امت نے بدلائل ثابت کر دیا ہے کہ کاذب خرق عادات کا حامل نہیں ہے۔ ''کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی'' دیکھو کہ ہر ایک زمانہ کا فلسفہ اپنے اپنے وقت میں مذہب کا مقابلہ کرتا رہا۔ مگر مذہب بدستور اسی حالت پر قائم رہا۔ اس کے اصول میں سرمو فرق نہیں آیا۔ اس لئے مرزا کا یہ کہنا کہ وہ عیسائیت کو توڑ ڈالے گا۔ دعویٰ بلادلیل ہے۔ جو ہرگز قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ مرزا کی اس قدر خامہ فرسائی سے عیسائیت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ عیسائی بدستور اپنی کاروائی کئے جارہے ہیں اور اگر کہا جائے ''فی حد ذاته'' حق کو باطل سے علیحدہ کر کے دکھانا مقصود ہے۔ خواہ عیسائی مانیں یا نہ مانیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کام تو قرآن مجید نے بزمانہ حیات نبویؐ پورا کر دکھایا تھا اور بعد ازاں علماء اسلام ہمیشہ ایسا کرتے رہے۔ مرزا نے کون سی نئی بات کی جس سے وہ مستحق نبوت ہوگیا؟ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ آنے والا مسیح تمام اختلاف کو دور کر کے مختلف فرقوں کو ایک بنا دے گا۔ مگر مرزا نے مسلمانوں میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ سلام، طعام، کلام وغیرہ سب کچھ مریدوں سے چھڑوا دیا۔ چنانچہ اب انہیں مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ ''انا للہ وانا الیه راجعون'' بہر صورت حدیث نزول مسیح علیہ السلام کو مرزا قادیانی سے کسی قسم کا تعلق نہیں اور جو تاویلات رکیکہ وہ پیش کرتا ہے محض بے جوڑ باتیں ہیں۔ جن کی تائید کسی طرح نہیں ہوسکتی۔

مرزا قادیانی کی تاریخ وفات

مولانا اصغر علی روحی کے شاگرد مولانا غلام دستگیر نامی صاحب نے قادیانی کی تاریخ وفات کے عنوان سے مرزا غلام احمد کی تاریخ ہائے وفات جو مختلف اصحاب نے نکالی تھیں نقل کی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے ان کی اپنی نکالی ہوئی تاریخ ہے۔ جو یہ ہے۔

ہوا فی النار ایک مرد شریر — کیوں نہ شیطان آج ہوں دلگیر
فتنے اور تفرقے مٹے سارے — پائے مفسد میں پڑ گئی زنجیر
بدلم گشت خواہشے پیدا — کہ کنم سال فوت او تحریر

گفت نامی ز روئے الہامے
مر گیا قادیان کا خنزیر

۱ + ۱۳۲۵ھ = ۱۳۲۶ھ

اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ کی نکالی ہوئی تاریخ یہ لکھی ہے: ''لقد دخل فی قعر جہنم'' ۱۳۲۶ھ

قاضی فضل حق (پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور) کی نکالی ہوئی تاریخ: ''میرزا بھیضہ بمرد'' ۱۳۲۶ھ
غلام حیدر صاحب کی کہی ہوئی تاریخ: ''چشم ماروشن و دل ماشاد'' ۱۳۲۶ھ
اور سب سے آخر مولانا اصغر علی روحیؒ کی نکالی ہوئی دو تاریخیں لکھی گئی ہیں:
۱...... ''دجال قادیانی کا اب خاتمہ ہوگیا۔'' ۱۳۲۶ھ ۲...... ''روح خبیث'' ۱۳۲۶ھ
ان سب سے ۱۳۲۶ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔

قادیانیت کا تعاقب

مولانا اصغر علی روحیؒ عمر بھر فرق باطلہ کے خلاف برسر پیکار رہے۔ قادیانیت کی تردید آپ کی زندگی کا عظیم مشن تھا۔ ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ اپنی گراں قدر کتاب ''ائمہ تلبیس'' ص ۲۸۳ (طبع عالمی مجلس ملتان مئی ۲۰۱۰ء) میں ابوالطیب احمد بن حسین متنبی کے حالات بعنوان ''دعویٰ نبوت واسباک یاران کا معجزہ'' میں لکھتے ہیں: ''ہمارے مرزا غلام احمد قادیانی نے ازراہ نادانی اپنے رسالہ اعجاز احمدیہ کو معجزہ کی حیثیت سے پیش کر کے علمائے امت سے اس کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس چیلنج کے جواب میں قاضی ظفرالدین مرحوم جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور مولانا اصغر علی روحی اور بعض دوسرے علماء نے اس سے کہیں بہتر عربی قصائد لکھ کر شائع کر دیئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے دوسرے علمائے حق کی طرح کوئی قصیدہ تو نہ لکھا البتہ ایک مہتم بالشان کارنامہ یہ انجام دیا کہ سیف چشتیائی میں ''اعجاز المسیح'' کے اغلاط اور مسروقات کا انبار لگا کر مرزائی عربی دانی کی دھجیاں بکھیر دیں۔''

۲...... دلاوری صاحب اسی کتاب کے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں: ''اس نام نہاد قصیدہ کے مقابلہ میں قاضی ظفرالدین مرحوم سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ایک قصیدہ بنام ''قصیدہ رائیہ'' شائع کیا جس کے ۱۶۲ اشعار نمونتاً کتاب ''الہامات مرزا ص ۱۰۳ تا ۱۰۵'' میں نقل کئے گئے ہیں۔ اعجاز احمدی کے جواب میں مولانا غنیمت حسین مونگیری نے بھی ایک کتاب ''ابطال اعجاز مرزا'' دو حصوں میں لکھی۔ پہلے حصہ میں مرزائی نظم کے اغلاط ظاہر کئے اور دوسرے حصہ میں سوا چھ سو اشعار کا نہایت فصیح و بلیغ عربی قصیدہ لکھا۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے اور پنجاب میں بعض حضرات کے پاس موجود ہے۔ مولانا اصغر علی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے بھی اعجاز احمدی کے جواب میں ایک قصیدہ شائع کیا۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ تھا۔

تسیر الیٰ ربع الحبیب الزوامل ۔۔۔ فیالک شوقا ھیجتہ المنازل

(اونٹنیاں منزل حبیب کی طرف جارہی ہیں۔ اللہ رے وہ شوق جس کو منازل نے ابھارا ہے۔)''

(ائمہ تلبیس ص ۲۶۷، ۲۶۸، طبع مئی ۲۰۱۰ء، عالمی مجلس ملتان بعنوان مسیح قادیان کی عربی دانی)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ انہوں نے مرزا کی بعض عربی کتب میں سے شرمناک قسم کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کو لکھ بھیجیں۔ مرزا قادیانی نے اخبار الحکم ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۵ قادیان میں یہ لکھ کر ان سے پیچھا چھڑایا کہ نہ میں عربی کا عالم ہوں اور نہ شاعر ہوں۔ ایک دفعہ انہوں نے مرزا کے رسالہ ''حمامۃ البشریٰ'' کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے حواری خواجہ کمال الدین کو خفا کر دیا تھا۔'' (ائمہ تلبیس ص ۲۶۸، طبع ملتان)

۳...... کتاب (رئیس قادیان ج۲ ص۵۵۵ تا ۵۵۸) مرتبہ ابوالقاسم رفیق دلاوری بعنوان باب ۵۸ میں ’’حکیم نورالدین سے مولانا اصغر علی روحی کی ایک علمی جھڑپ‘‘ حسب ذیل دلچسپ واقعہ درج ہے: ’’قادیانی صاحب سخن سازی اور پروپیگنڈا بازی کے فن میں تو طاق تھے۔ لیکن علمی استعداد سے ایک بڑی حد تک بے نصیب تھے۔ البتہ مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن امروہی مرزائیوں میں ذی علم اور صاحب استعداد ہستیاں مانی جاتی تھیں اور یہی وہ دو شہپر تھے جن کے سہارے الہامی صاحب اتنا زمانہ فضائے تعلّی میں پرواز کرتے رہے۔ پھر ان دونوں میں حکیم نورالدین کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ وہی مرزائیت کی عمارت کے بانی ومؤسس تھے اور مرزا قادیانی تو محض آلۂ کار اور کٹھ پتلی کا حکم رکھتے تھے۔ جب حکیم صاحب پیچھے سے ڈوری کھینچتے تو یہ پتلی حرکت میں آجاتی۔ ایک مرتبہ بانی سلسلہ حکیم نورالدین لاہور تشریف لائے اور کشمیری دروازہ میں محرم علی چشتی کے مکان پر ٹھہرے۔ مولوی محرم علی سے حکیم صاحب کی پرانی دوستی تھی۔ ایک نہایت معمر طبیب نے جو مہاراجہ جموں وکشمیر کی ملازمت میں حکیم نورالدین کے رفیق کار تھے۔ مجھے بتایا کہ حکیم نورالدین اور مولوی محرم علی ایک ساتھ جموں سے خارج کئے گئے تھے۔ جب حکیم صاحب لاہور آکر مولوی محرم علی چشتی کے مکان میں ٹھہرے تو مولانا اصغر علی روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور ان کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اس وقت مولانا اصغر علی کا عنفوان شباب تھا۔ ان کے جانے سے پیشتر مولوی زین العابدین مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرانوالہ لاہور جو مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے اقرباء میں سے تھے، حکیم صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولوی زین العابدین اچھے لسان اور مقرر نہیں تھے۔ ایک سوال کے جواب میں مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس سے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ حکیم نورالدین نے کہا کہ ترجیح بلا مرجح تو محض منطقیوں کا ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ترجیح بلا مرجح جائز ہے۔ مولوی زین العابدین نے پوچھا: وہ کیسے؟ حکیم صاحب نے دو روپے جیب سے نکال کر ہاتھ پر رکھے اور مولوی صاحب سے کہا: ایک اٹھا لیجئے۔ انہوں نے ایک روپیہ اٹھایا۔ پوچھا اس دوسرے کو کیوں نہیں اٹھایا؟ مولوی زین العابدین سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مولانا اصغر علی ایک طرف بیٹھے تھے۔ مولوی زین العابدین سے کہنے لگے مولوی صاحب کہہ دیجئے کہ ارادۂ ازلی اس کے اٹھانے سے متعلق تھا۔ دوسرے سے متعلق نہیں تھا۔ یہی وجہ ترجیح ہے۔ حکیم نورالدین نے کہا: بس صاحب یہ ٹھیک نہیں۔ یا یہ بولیں یا آپ خود گفتگو کرلیں۔ مولوی زین العابدین، روحی صاحب سے کہنے لگے اچھا آپ آکر گفتگو فرمائیے۔ اس مجلس میں فقیر جلال الدین مرحوم مجسٹریٹ بھی موجود تھے۔ وہ بولے ہاں مولوی صاحب آپ آئیے اور گفتگو فرمائیے۔ غرض مولانا روحی کو زبردستی ان کے مقابل کر دیا۔ اس سے پیشتر حکیم صاحب بہت لافیں مار چکے تھے کہ ہم نے مصر سے منطق کی ایک نئی کتاب منگوائی ہے۔ جس میں منطقیوں کی متعدد تھیوریاں غلط اور باطل ثابت کی گئی ہیں اور اس سلسلہ گفتگو میں وہ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ پر بھی ہاتھ صاف کر گئے تھے۔ روحی صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے منطق کو باطل کہا ہے۔ کیا ساری منطق باطل ہے یا اس کے کوئی خاص قواعد یا اس کا کوئی حصہ؟ حکیم نورالدین نے کہا یہ بتانا تو مشکل ہے کہ منطق کا کتنا حصہ باطل اور کتنا صحیح ہے۔ مولانا اصغر علی نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں بتلا سکتے تو ممکن ہے کہ آپ اثنائے گفتگو میں کسی سوال کے جواب میں کہہ دیں کہ یہ غلط اصول پر مبنی ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ اس لئے جب تک یہ مسئلہ صاف نہ ہو جائے کہ آپ کون کون سے

اصول مانتے ہیں اور کون کون سے نہیں مانتے۔ اس وقت تک گفتگو بیکار ہے۔ حکیم صاحب لاجواب ہوگئے اور سوچنے لگے۔ ان ایام میں مولانا روحیؒ کی رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا تھا۔ جب دیکھا کہ حکیم صاحب کے منہ پر بالکل مہر سکوت لگ گئی تو جوش میں آ کر کہنے لگے۔ اسی برتے پر آپ نے امام غزالیؒ اور امام رازیؒ پر حملہ کردیا تھا۔ یہی آپ کی استعداد ہے؟ آپ کو تو مڈل والے لڑکوں کے برابر بھی لیاقت نہیں۔ یہ سن کر مولوی محرم علی چشتی اور فقیر جلال الدین کہنے لگے۔ نہیں مولوی صاحب جانے دیجئے ایسا نہیں ہے۔ چونکہ نماز عصر کا وقت قریب تھا۔ یہ لوگ کہنے لگے اچھا کسی دوسرے موقع پر گفتگو ہوگی۔ مولانا روحیؒ چلے آئے اور یہ خبر بجلی کی رو کی طرح شہر میں پھیل گئی کہ روحی صاحب نے حکیم نورالدین کو پچھاڑ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ حکیم نورالدین حویلی کابلی مل میں آ کر اقامت پذیر ہوئے۔ صوفی غلام محی الدین وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور اور مولوی زین العابدین مذکور روحی صاحب کے مکان پر گئے اور کہا کہ حکیم نورالدین آئے ہوئے ہیں۔ آپ چل کر مرزا کے دعاوی کے متعلق ان سے گفتگو کیجئے۔ روحی صاحب نے کہا: اغلب ہے کہ حکیم صاحب گفتگو پر راضی نہیں ہوں گے۔ مولانا روحی نے ان کے کہنے پر حکیم صاحب کو رقعہ لکھا کہ مرزا کے دعاوی باطلہ کے متعلق میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ میرے پیر کی توہین کرتے ہیں اس لئے میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے بعد شاید ۱۹۱۵ء میں حکیم صاحب لاہور آئے۔ روحی صاحب کے ایک شاگرد نے کہا کہ حکیم نورالدین آئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا چاہیں تو میں جا کر دریافت کروں؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں جا کر پوچھو۔ وہ گیا اور قاضی ظہورالدین اکمل مرزائی متوطن گولیکی سے جا کر اس خواہش کا اظہار کیا۔ قاضی ظہورالدین کہنے لگے واقعی مولوی اصغر علی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں؟ شاگرد نے کہا ہاں واقعی چاہتے ہیں۔ قاضی ظہورالدین نے حکیم صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم کسی مولوی سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اصغر علی ہو یا کوئی اور۔ اس وقت بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ نے جو کئی سال تک مرزائی بلکہ مرزا کے خاص حواری رہ کر تائب ہوئے تھے۔ مرزا قادیانی کے رد میں ایک رسالہ چھپوایا تھا اور وہ شہر بھر میں مفت تقسیم کرا رہے تھے۔‘‘

۴...... اسی طرح مولانا محمد عالم آسی امرتسری اپنی کتاب (الکاویہ علی الغاویہ ج۱ ص۸۴،۸۵) بعنوان ’’بارھواں مقابلہ ۱۹۰۲ء جنگ غیب دانی‘‘ میں لکھتے ہیں: ’’جب مرزائیوں کو مدّ میں شکست فاش ہوئی تو مرزا قادیانی کو بڑا طیش آیا اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کردی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے۔ جن میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کردی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب روحی وغیرہ کو کوسنا شروع کردیا...... یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے۔ مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدے سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزوں نہ ہوگا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی نے اپنی ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظرانداز کردیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔‘‘ پھر اسی کتاب میں آسی صاحب نے میرزا صاحب کے قصیدۂ اعجازیہ سے

۱۲۲ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کی غلطیاں نکالی ہیں۔ ان اشعار میں شعر نمبر۹ میں تین بزرگوں کا نام آتا ہے۔ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، قاضی ظفر الدین مرحوم اور مولانا اصغر علی روحی مرحوم۔ وہ شعر یہ ہے۔

فـفـكـر بـجـهـدك خمس عشرة ليلا فـنـاد حسينا او ظفرًا او اصغرا

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفین کو اپنی مختلف تحریروں کے ذریعے خوب کوستے اور گالیاں تک بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب انجام آتھم میں لکھتے ہیں: ''اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں۔ وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں: مولوی نذیر حسین دہلوی، شیخ محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالحق حقانی مفسر دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی اصغر علی لاہوری، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی عبداللہ ٹونکی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی دلدار علی الوری۔ یہ کل ۵۸ نام ہیں جن میں مولانا روحی کا نام نمبر۱۹ پر ہے۔ اس کے بعد سجادہ نشینوں کے ۴۸ نام ہیں جن میں ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ، صادق علی صاحب گدی نشین ور چھتر، مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد ایک خط شروع ہوتا ہے جو (انجام آتھم ص۷۳تا۲۶۶) پر شائع ہوا۔ جو عربی میں ہے اور اس کے نیچے بین السطور فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس خط کا عنوان یہ ہے: ''المكتوب الىٰ علماء الهند ومشائخ هذه البلاد وغيرها من البلاد الاسلاميه ''اس کے بعد ایک ہجریہ قصیدہ ہے۔ اس خط میں ''تسعة رهط من الاشرار ''کے زیر عنوان بعض علماء کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱......الرسل بابا امرتسری (مولوی غلام رسول)	۲......مولوی اصغر علی لاہوری
۳......مولوی محمد حسین بٹالوی	۴......مولوی نذیر حسین
۵......مولوی عبدالحق دہلوی	۶......مولوی عبداللہ ٹونکی
۷......مولوی احمد علی سہارنپوری	۸......مولوی سلطان الدین جے پوری
۹......مولوی محمد احسن امروہی	۱۰......مولوی رشید احمد گنگوہی
۱۱......شیخ اللہ بخش تونسوی	۱۲......شیخ غلام نظام الدین تونسوی

مولوی رسل بابا پر دو صفحے (انجام آتھم ص۲۳۶،۲۳۷)، مولوی اصغر علی پر تین صفحے (انجام آتھم ص۲۳۸تا۲۴۰)، مولوی محمد حسین پر ساڑھے دس صفحے (انجام آتھم ص۲۴۱تا۲۵۱) اس کے بعد باقیوں پر ایک ایک یا دو دو سطریں دی گئی ہیں۔'' (ملاحظہ ہو انجام آتھم ص۲۴۱تا۲۵۲)

اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے مولانا اصغر علی روحی کے متعلق جو بدکلامی کی وہ اس کی کتاب (انجام آتھم ص۲۳۸تا۲۴۰) پر موجود ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور جن نو آدمیوں کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا ان میں سے ایک حقیر و ذلیل وہ آدمی ہے جس کا نام اصغر علی ہے اور وہ اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے اور مجھ پر افتراء و ترک حیا کی

بناء پر عیب لگاتا ہے اور بھری مجالس و محافل میں مجھ پر کالم گلوچ کرتا ہے۔ سو عنقریب اسے پتہ چل جائے گا کہ (مجھے) کس طرح حقیر لوگوں میں شمار کر لیا گیا ہے۔ وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے۔ ایک قدم بھی تقویٰ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ خواہشات کی مہروں کو توڑ دے۔ اگرچہ وہ گناہوں سے کیوں نہ ٹوٹیں اور لذتوں کے پھلوں کو چن لے۔ اگرچہ حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کر کے انہیں چنا جائے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے رفقاء اس کے پاس جمع رہتے ہیں اور منافقوں کی صحبت سے تو نفاق ہی بڑھتا ہے اور گھٹیا طبیعتوں میں اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ چغل خوری میں اپنے بھائیوں سے آگے نکل گیا ہے اور جس حربہ کے اختیار کرنے سے اس کا شیطان دور ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ اختیار کیا کہ اس کا امتحان لوں، سو میں اس کی طرف محاربہ کے متلاشی کی طرح متوجہ ہوا تاکہ جاہل اور فاضل (عالم) کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور لڑائی کے لئے مجھے وہ خود بلا رہا ہے۔ لہٰذا آج اس کی آرزو کو پورا کرنے کے لئے ہم اسے خوش کرتے ہیں۔ جب کہ چند سال قبل بھی میں نے اسے اپنا مخاطب بنایا تھا۔ تاکہ اس کے دل پر آئے ہوئے بادل کو ہٹا دوں۔ سو میں نے اسے کہا کہ میرے پاس ایسے آ، جیسے پانی اور گھاس کا متلاشی (جانور) ہوتا ہے اور ہمارے دسترخوان سے نفع اٹھا، پھر ہم نے اگر تجھے تھوڑے سے برسنے والے بادل کی طرح پایا، یا تجھ سے قوت لایموت جتنی بھی بلاغت ثابت ہوئی تو ہم تجھ پر اور تیرے حسن بیان پر یقین کر لیں گے اور ایمان لے آئیں گے اور تیری عالی شان صفات ہم شائع کر کے پھیلا دیں گے۔ اس (تمام تر تقریر) کے بعد اب تیرے لئے جائز ہے کہ تو ہماری اور ہماری تحریر کی غلطیوں پر گرفت کرے۔ جیسا کہ آپ ہمیں جاہل اور غافل سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم تجھے فصیح زبان کا مالک، اور عربی گفتگو میں یکتا سمجھتے ہیں۔ تبھی آپ کے لئے نکتہ چینی کی اجازت ہے۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اجازت نہیں۔ لہٰذا تو ہی مجھ پر اور میری تحریر پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کر سکتا ہے۔ اگر تو نے ایسا کیا (یعنی میرے عیوب اور میری تحریر کی غلطیاں نکالے گا) تو تجھے لوگوں کے مابین فاضل اور ادیب سمجھ کر تیری تعریف کی جائے گی۔ لیکن آپ یہ عیب جوئی تب کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنا علم اور اپنی برتری تو ثابت کریں۔ لہٰذا یہ کمینے آدمی کا لباس ہو سکتا ہے جو حیا سے نکل جاتا ہے اور نابینا کی عادت ہے کہ روشنی کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ روشن دن کو بھی تاریک سمجھتا ہے اور بہت بڑی بارش کو بے پانی کا بادل شمار کرتا ہے۔ اگر تو اس میدان کے لوگوں میں سے ہے اور اس گھر کے خاص لوگوں میں سے ہے تو ہم پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنی انشاء پردازی کا کمال دکھا اور اس جیسی کتاب لے آ۔ پھر میرے اور اپنے درمیان کوئی بہت بڑا اعقل مند آدمی منصف مقرر کر، پھر اگر وہ منصف تیرے کمال اور تیرے حسن بیان پر گواہی دے دے اور یقین کرائے کہ واقعی تیرا کلام میرے کلام سے عمدہ ہے اور تو اپنا نظام میرے نظام سے اچھا ثابت کر دکھائے تو پھر اس کے بعد تجھے اختیار ہوگا کہ تو میرے کلام کی حقیقت کو ایک بے کار فعل سمجھے اور بتلائے اور میرے خالص سونے کو کھوٹا سمجھے اور تجھے اختیار ہوگا کہ میرے چمکدار موتی کو رات کی تاریکی کی طرح تصور کرے اور میرے واضح بیان کو مٹے ہوئے راستے کی طرح خیال کرے اور میری لغزشوں کو کائنات عالم میں پھیلا دے اور اگر اس طرح نہ کر سکا اور ہرگز نہیں کر سکے گا تو پھر لعنت کرنے والوں کی لعنت سے ڈر۔

خبردار رہ! مجھ پر کمینے جنگجو کی طرح عیب مت لگا...... اگر تو میرے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو میدان جنگ میں نکل آ۔

اور بے شک تو مجھے تحقیر کرنے والے کی طرح یاد کرتا رہتا ہے...... اور ہر وقت ستانے والے کی طرح تو میری عیب گیری کرتا رہتا ہے۔

اور ہم تمام وہ باتیں سن لیتے ہیں جو تو از راہ تکبر بیان کرتا ہے...... کیا تو میرے سبزہ کو خشک گھاس کی طرح گمان کرتا ہے۔

اور میں نہیں چاہتا کہ تو مجھ پر حملہ کرے لیکن تو نے مجھے خود دعوت دی...... اور پتہ چلا کہ تو تو مجھ پر گرم سوئی چبھونے والے کی طرح عیب گیری کرتا ہے۔

اور اے تکبر کے بیٹے! اس معاملہ میں جو تو حد سے گذر گیا کوئی نیکی نہیں...... اور میرا خدا کمینے جنگ کرنے والے کو اندھا کر دیتا ہے۔

بس ہلاک کرنے والے نفس کو مضبوط پکڑ...... اور ان اندھاپن کی راہوں سے بچ جو ایک چیز کے جدا ہونے کی طرح اچانک تجھے پکڑے گی۔

بس گمراہی کے راستے کو اختیار مت کر...... اور اس مصیبت سے جو تجھ پر آنے والی ہے غمگین ہو اور پختہ دل سے توبہ کر۔'' (ترجمہ: عربی عبارت از قلم مرزا قادیانی مندرجہ انجام آتھم ص۲۳۸ تا ۲۴۰، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

کتاب (انجام آتھم ص۱۶۳، ۱۶۴) پر یہ عبارت پائی جاتی ہے: ''فان یبق احدمنکم سالما الیٰ سنة فاقر بانی کاذب واجئکم بعجز وتوبة واحرق کتبی واشیع هذا الأمر بخلوص نیة واحسب انکم من الصادقین '' ﴿پھر اگر تم میں سے کوئی ایک بھی ایک سال تک زندہ رہ گیا تو میں اقرار کرلوں گا کہ میں جھوٹا ہوں اور میں عاجزی وتوبہ لے کر تمہارے سامنے آجاؤں گا اور اپنی تمام کتابیں جلا ڈالوں گا اور اس فیصلہ کو خلوص نیت کے ساتھ میں شائع کردوں گا اور میں یقیناً سمجھوں گا کہ تم سچے ہو۔﴾

مولانا اصغر علی روحی ایسے بزرگ رہنما، عالم ربانی اور فاضل اجل علامہ کے خلاف جو بدزبانی وبدکلامی مرزا قادیانی نے کی اس کا آپ مطالعہ کر چکے۔ مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ (اعجاز احمدی ص۳۹، ۸۶، خزائن ج۱۹ ص۱۶۰، ص۱۹۹) پر بھی مولانا اصغر علی کو بھی اپنے قصیدہ کے مقابلہ قصیدہ لکھنے کا چیلنج دیا۔ مولانا اصغر علی روحی نے قلم اٹھایا اور ارتجالاً ایک سو سات اشعار پر مشتمل قصیدہ بعنوان ''وقال فی بعض المتنبین '' لکھ دیا۔

جناب رانا محمد ذوالفقار صاحب نے اپنے پی.ڈی کے مقالہ کی ج۲ ص۳۵۷ تا ۳۶۱ تک اس قصیدہ کو جمع کر دیا ہے۔ یہاں پر پہنچ کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما ونائب امیر اور حضرت قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ اجل، حضرت سید نفیس الحسینیؒ بہت ہی اور بے تحاشا یاد آرہے ہیں۔ آپ نے اس مقالہ کی مکمل فوٹو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی لائبریری کے لئے عنایت فرمائی اور پھر فقیر کی درخواست پر اس قصیدہ کا ترجمہ حضرت ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے کرا کر ارسال فرمایا۔ سالہا سال سے یہ قصیدہ اور اس کے ترجمہ کے کاغذات رکھے رہے۔ ''قصیدہ رائیہ'' مولانا ظفر الدینؒ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی تلاش تھی۔ وہ ملا تو، اب استاذ (حضرت مولانا قاضی ظفر الدینؒ) اور شاگرد (حضرت مولانا اصغر علی روحیؒ) کے قصیدوں کو اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت سے سرفراز ہو رہے ہیں۔ فالحمدللہ تعالیٰ اوّلاً وآخراً!

۵...... ابطال اعجاز مرزا (حصہ اوّل):

حضرت مولانا شاہ حکیم غنیمت حسین اشرفی ساکن مخدوم مونگیر کی ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری کے قائم کردہ رحمانیہ پریس مونگیر سے ’’ابطال اعجاز مرزا (حصہ اوّل)‘‘ کے نام سے کتاب شائع ہوئی۔ اس میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے ایک ایک شعر سے کئی کئی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے اعجاز کو باطل کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۶...... ابطال اعجاز مرزا (حصہ دوم):

یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ غنیمت حسین اشرفی ساکن چک مخدوم مونگیر کی ہے جو ۱۳۳۱ھ میں لکھی گئی اور ۱۳۳۷ھ میں مطبع انتظامی کانپور سے شائع ہوئی۔ مصنف نے ٹائٹل پر خود اس کا یہ تعارف تحریر فرمایا ہے: ’’اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں حسب وعدہ ایک عربی میں فصیح و بلیغ قصیدہ جوابیہ پیش کیا گیا ہے۔ جسے حضرات اہل علم ملاحظہ فرما کر خوش ہوں گے اور مرزا کے جھوٹے اعجاز کی داد دیں گے اور تمہید میں مرزا قادیانی کے موٹے موٹے اور سیاہ جھوٹ دکھائے گئے ہیں۔ جسے دیکھ کر ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ ایک مدعی نبوت کے شان کے یہ کس قدر بعید اور خلاف ہے۔ پھر اس کے بعد دکھایا گیا ہے کہ کن وجوہ سے یہ قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ پر فائق ہے۔‘‘ مولانا حکیم شاہ غنیمت حسین کے تفصیلی حالات نہ مل سکے۔ جس کا افسوس ہے۔ ملنے پر آئندہ اشاعت میں تلافی کی جائے گی۔

۷...... حقیقت رسائل اعجازیہ:

یہ رسالہ ۱۳۳۶ھ میں پہلی بار شائع ہوا۔ آج ان سطور کی تحریر کے وقت ۱۴۳۵ھ ٹھیک ایک سو سال بعد پھر اس رسالہ کی اشاعت ثالث کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اس کی اشاعت ثانی (احتساب قادیانیت ج۷ص ۵۷۳ سے ۶۳۴) تک ہوئی تھی۔ اب دوبارہ احتساب کی اس جلد میں تخمیس قلیل کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ’’کذاب قادیان‘‘ کے قصیدہ کے جواب میں جو کچھ لکھا گیا وہ ایک ساتھ محفوظ ہو جائے۔

یہ رسالہ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی تصنیف لطیف ہے۔ حضرت مونگیری سادات میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پچیسویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ بہاؤالحق ملتانیؒ کے صاحبزادہ شاہ ابوبکر چرم پوش تھے۔ جو ہندوستان کے ضلع مظفر نگر کے قصبہ کھتول میں آ کر آباد ہوئے۔ شاہ ابوبکر چرم پوش آسمان ولایت کے نیر تاباں تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میری نسل کبھی ولایت سے خالی نہ ہوگی۔ شاہ ابوبکر سے سید محمد علی مونگیریؒ تک تو یہ بات سو فیصد چشم حقیقت سے دنیا نے دیکھی۔ شاہ ابوبکر، حضرت مونگیریؒ کے گیارھویں جدامجد ہیں۔ حضرت مونگیریؒ ۳؍شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸؍جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں سید عبدالعلی کے گھر پیدا ہوئے۔ ولادت کے دو سال بعد والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ آپ کے دادا سید شاہ غوث علی ابتدائی زمانہ میں آپ کے کفیل رہے۔ قرآن مجید اپنے چچا سید ظہور علی سے پڑھا۔ ابتدائی فارسی کتب سید عبدالواحد بلگرامی سے پڑھیں۔ درسیات کی تکمیل مولانا لطف اللہ علی گڑھی

(م:۱۳۴۴ھ) جو استاذ الاساتذہ ہند تھے اور مولانا عنایت احمد کاکوروی مصنف علم الصیغہ (م:۱۲۷۹ھ) سے کی۔ دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی سہارنپوریؒ (م:۱۲۹۷ھ) سے کیا۔ مختلف حضرات کے زیر صحبت رہے۔ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے کی۔ ایک بار گھوڑے پر حضرت شاہ فضل الرحمٰن کو ملنے گئے۔ واپسی پر آپ نے گھر پیغام بھیجا کہ کچھ کچا پکا جو ہے بھجوادو۔ چند سیر چنے کچے آئے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰنؒ نے حضرت مونگیریؒ کے رومال میں تین لپیں چنوں کی بھر کر ڈالیں اور فرمایا کہ یہ دنیا ہم نے آپ کو دی اور پھر پان منگوایا۔ پہلے خود حضرت گنج مرادآبادیؒ نے چبایا پھر حضرت مونگیریؒ کو دیا اور پھر فرمایا کہ یہ پان عرفان تھا جو آپ کو دیا۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بیعت کے بعد دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے کیا۔ پھر شاہ فضل الرحمٰنؒ نے بھی حدیث کی اجازت دی اور سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت مونگیریؒ نے عرصہ تک پڑھایا۔ طالب علموں کا خوب رجوع ہوا۔ آپ ندوۃ العلماء کے بانی تھے۔ آپ نے بڑا کتب خانہ تیار کیا۔ جو اب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ ندوۃ العلماء کا قیام ۱۸۹۲ء کے جلسہ مدرسہ فیض عام کانپور میں ہوا۔ مولانا مونگیریؒ اس ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔

مرزا قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں رسالہ تحفۃ الندوہ لکھا۔ حضرت مونگیریؒ نے توجہ نہ دی۔ مونگیر و بھاگل پور کے اضلاع میں قادیانیوں نے سرگرمیاں دکھائیں اور پھر بہار میں بھی قادیانی یورش بڑھی۔ اب ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کر کے حضرت مونگیریؒ مونگیر تشریف لائے۔ ۱۹۱۱ء میں یہاں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبدالوہاب بہاریؒ، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ ایسے چالیس علماء کی جماعت مونگیر آئی۔ خانقاہ مونگیر میں علماء کی یہ برات، عجیب رنگ قائم۔ قادیانیوں کی طرف سے نورالدین، سرور شاہ، روشن علی شاہ ملاعنہ ثلاثہ آئے۔ اہل اسلام کی جانب سے مولانا مرتضیٰ حسن مناظر قرار پائے۔ مناظرہ شروع ہوا۔ حضرت مونگیریؒ نے سر سجدہ میں رکھ دیا۔ مولانا مرتضیٰ حسن کی پہلی تقریر کے بعد قادیانی کرسیاں سروں پر اٹھائے لوٹ گئے۔ اہل اسلام کو جب فتح ہوئی۔ تب حضرت مونگیریؒ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اب حضرت مونگیریؒ نے دن رات قادیانیت کے خلاف کام کو تیز کر دیا۔ قادیانیت کے خلاف کام کرنے کو آپ جہاد بالسیف کے برابر قرار دیتے تھے۔ تہجد کا وقت بھی قادیانیت کے خلاف کتابوں کی تصنیف و تالیف میں صرف ہونے لگا۔

خطوط کے ذریعہ تمام مریدین کو اس کام کی طرف متوجہ فرمایا۔ مولانا فرماتے تھے کہ قادیانیت کے خلاف اتنا لکھو اور طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے رد قادیانیت کی کتاب پائے۔ حق یہ ہے کہ مولانا نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ ان کے جہاد مسلسل نے قادیانیت کو وہ چرکے لگائے کہ قادیانیت تلملا اٹھی۔ فقیر راقم، اللہ رب العزت کے حضور سجدہ شکر بجالاتا ہے کہ فقیر راقم نے احتساب کی دو جلدوں میں حضرت مونگیریؒ کے اور پھر مختلف جلدوں میں خانقاہ مونگیر کے قریباً تمام رسائل کو دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء زوال آفتاب کے قریب آپ کا آفتاب زندگی غروب ہوا۔ فقیر کی سعادت ہے کہ اب اس جلد میں ’’حقیقت رسائل اعجازیہ‘‘ کے نام کا پمفلٹ دوبارہ ملخص شائع ہو رہا ہے۔ مکمل جلد سات میں موجود ہے۔

۹/۸...... شہباز محمدی بجواب اعجاز احمدی:

مولانا میر محمد ربانی کا ارائیں فیملی سے تعلق تھا۔ والد کا نام مولانا غلام رسول تھا۔ ۱۹۰۳ء میں بستی ارائیں موضع بیراں ہیڈ حاجی پور نزد ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ علاقہ کے عالم دین مولانا غلام محمد لاشاری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ صرف ونحو حضرت مولانا اللہ بخش میانوالی شیخاں سے پڑھی جو امام الصرف والنحو مولانا غلام رسول پونٹوی کے شاگرد تھے۔ وسطانی تعلیم مولانا قادر بخش صاحب بستی کالو نزد وجھی عباسیاں سے حاصل کی۔ مولانا قادر بخش، حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ مولانا میر محمد ربانی دین پور شریف بھی پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ عباسیہ بہاول پور میں داخلہ لیا اور جامعہ عباسیہ کی سب سے اعلیٰ ڈگری ”علامہ“ حاصل کی۔

جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد صادق بہاول پوری، مولانا احمد علی بہاول پوریؒ ایسے یگانہ روزگار حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد پھر یہاں پڑھانے لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اگست ۱۹۳۲ء میں قادیانی، مسلم کیس میں بیان دینے کے لئے جب مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ بہاول پور تشریف لائے تو جامعہ عباسیہ کے اساتذہ حضرات نے مولانا رحمت اللہ ارشد کے ساتھ مولانا میر محمد ربانی کی بھی ڈیوٹی لگائی تھی اور آپ نے بھی حضرت شاہ صاحب کا عدالت میں بیان قلمبند فرمایا تھا۔ جامعہ عباسیہ سے ”علامہ“ پنجاب یونیورسٹی سے ”منشی فاضل“ اور ”مولوی فاضل“ کے امتحانات پاس کئے۔ طب یونانی اور ہومیو پیتھی کے بھی کورس کئے۔ ہارون آباد، ترنڈہ مولویاں، رکن پور وغیرہ کے سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مڈل سکول رکن پور سے ریٹائر ہوئے۔ بڑے کامیاب مدرس تھے۔ عربی ادب ان کا خاص ذوق تھا۔ دیوان حسان اور قصیدہ لامیہ خواجہ ابو طالب کی آپ نے شرح لکھی۔

مرزا قادیان کی کتاب اعجاز احمدی کے مقابلہ میں قصیدہ لکھا اور کمال کر دیا۔ آپ نے اپنی حیات میں فقیر راقم کو فون کیا کہ یہ قصیدہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اسے شائع کرانا ہے۔ فقیر نے نامعلوم کیا جواب ہانکا ہوگا۔ اللہ رب العزت معاف فرمائیں۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وہ اس کی کتابت کرا رہے ہیں۔ اتنے میں ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو آپ وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! کسی جلسہ پر ان کے صاحبزادہ غالباً حافظ مشتاق الحسن سے ملاقات ہوئی تو ان سے عرض کیا کہ وہ مسودہ بھجوادیں تو شائع کر دیں گے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وقت مقرر کریں کتنے عرصہ میں شائع کریں گے؟ فقیر نے عرض کیا کہ مشروط اشاعت تو ہمارے لئے مشکل امر ہے۔ آپ مسودہ دے دیں۔ محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو شائع بھی ہو جائے گا۔ اس پر وہ آمادہ نہ ہوئے۔

اس پر بہت عرصہ بیت گیا۔ پھر کہیں ملاقات ہوئی تو انہوں نے وہ مسودہ بھجوادیا۔ فقیر نے اس کا فوٹو کرایا۔ پھر عرصہ بعد دوبارہ انہوں نے اصل مسودہ طلب کیا۔ فقیر کا خیال تھا کہ وہ واپس کر دیا ہے۔ وہ فرمائیں کہ نہیں۔ ایک دن ان کے تکرار واصرار پر تلاش شروع کی تو مسودات میں وہ مسودہ مل گیا۔ موصوف کو بھجوادیا۔ فوٹو کاپی تو موجود تھی۔ خیال یہی تھا کہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں امت نے جو قصائد لکھے ہیں وہ تمام جمع ہو جائیں تو ان کو یکجا شائع کریں گے تاکہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جوابات ایک جلد میں محفوظ ہو جائیں اور پھر یہ باب ایسے مکمل کر دیا جائے کہ قادیانیوں کی بولتی ہی نہیں تھوتھنی بھی بند کر دی جائے۔

تمام قصائد یکجا ہوگئے تھے۔ البتہ حضرت مولانا قاضی ظفرالدین صاحب کا ’’قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ‘‘ کی اقساط مکمل نہ ہورہی تھیں۔ بلا مبالغہ اس پر بہت وقت لگا۔ حق تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ وہ بھی مل گیا تو اب تمام قصائد کو ترتیب دی۔ مولانا میر محمد ربانی کا قصیدہ سن تصنیف کے حوالہ سے آخری قصیدہ ہے تو اس کتاب میں سب سے آخر پر اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس قصیدہ کو آپ ’’مسک الختام‘‘ قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔ اب جب قصائد کی دوبارہ کمپوزنگ کرائی تو مولانا میر محمد ربانی کے حالات معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی ظاہر پیر والوں کے صاحبزادہ مولانا محمد ساجد صاحب نے کمال مہربانی سے ایک ورق پر مشتمل معلومات مہیا کردیں۔ فالحمدللہ!

دیکھئے! جب جوانی تھی تو ظاہر پیر جاکر مولانا میر محمد صاحب ربانی کی قبر مبارک پر حاضر نہیں ہوسکا۔ اب بڑھاپا ہے تو ان سطور کو تحریر کرتے وقت دل مضطرب ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ان کے ایصال ثواب و دعا کے لئے ان کے مزار مبارک پر حاضر ہوں گا۔ نہ جاسکا تو آخرت میں تو ملنا یقینی ہوگا کہ ان کی علمی تصنیف پہلی بار اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت، اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی ہے۔ مؤلف مرحوم سے یہی نسبت انشاءاللہ فقیر کے لئے توشۂ آخرت ہے۔ شہباز محمدی کے علاوہ ’’مکتوبات ربانیہ‘‘ جو قادیانیت کے رد پر مشتمل ہے وہ بھی اسی شہباز محمدی میں مصنف نے سمودی ہے۔

احتساب قادیانی کی جلد نمبر۵۹ میں ذیل کے حضرات کے اس ترتیب سے رسائل جمع ہوگئے:

۱......	حضرت مولانا محمد حسن فیضیؒ (وفات:۱۹۰۱ء)	کا	۱	قصیدہ
۲......	حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ (وفات:۱۹۴۸ء)	کا	۱	رسالہ
۳......	حضرت مولانا قاضی ظفرالدینؒ (وفات:۱۹۰۴ء)	کا	۱	قصیدہ
۴......	حضرت مولانا اصغر علی روحیؒ (وفات:۱۹۵۴ء)	کا	۱	قصیدہ
۵......	حضرت مولانا حکیم غنیمت حسینؒ	کے	۲	رسائل
۶......	مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (وفات:۱۹۲۷ء)	کا	۱	رسالہ
۷......	مولانا میر محمد ربانی صاحبؒ (وفات:۱۹۹۲ء)	کا	۱	رسالہ

گویا کل سات حضرات	کے	۸	قصائد و رسائل

اس جلد میں جمع ہوگئے ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کی مستقل تصنیف میں کیا درگت بنائی کہ مرزا کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ وہ کتاب عام مل جاتی ہے۔ دیگر حضرات نے بھی مرزا قادیانی کے قصیدہ کی اغلاط پر خامہ فرسائی کی۔ سب کو جمع کرنا تو مشکل تھا، جتنا یکجا ہوگیا اسے اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس کو خدمت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

محتاج دعا: فقیر اللہ وسایا!

۱۲ رذی الحجہ۱۴۳۵ھ، مطابق ۸؍اکتوبر۲۰۱۴ء

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے...... ادارہ

مطالعہ قادیانیت، مرتب: حافظ عبیداللہ، صفحات: ۵۲۰، قیمت: درج نہیں، ملنے کا پتہ: مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

فتنہ قادیانیت تاریخ اسلام کے خطرناک ترین فتنوں میں سے ایک ہے جسے انگریز سامراج نے برصغیر پاک وہند میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے کھڑا کیا۔ اس عظیم فتنے اور دجل وفریب پر مبنی اس خودساختہ مذہب کا تعاقب ہر دور میں علماء حق نے کیا ہے اور مرزائیت کا ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ قادیانیت کا مقابلہ کرنے والے علماء کرام کی قربانیاں ایک طویل داستان رکھتی ہیں اور یہ سلسلہ اس فتنے کے آخری فرد کی موجودگی تک جاری وساری رہے گا۔ انشاءاللہ! ختم نبوت کے کام کے لئے اللہ سعادت مند لوگوں کو قبول فرماتا ہے۔ انہی سعادت مندوں میں سے جناب حافظ عبیداللہ صاحب بھی ہیں جنہوں نے زیر نظر کتاب مرتب فرمائی ہے۔ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ (۱) ختم نبوت اور خاتم النبیین کا مفہوم۔ (۲) رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام۔ (۳) مرزا قادیانی کا تعارف وکردار۔

تمام مباحث کو نہایت شائستہ پیرائے، شستہ زبان اور دلیل وبرہان کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حوالوں میں اصل ماخذ اور بعض میں سن اشاعت کا التزام بھی کیا ہے۔ فاضل مرتب چونکہ سوشل میڈیا پر مرزائیوں سے مباحثے کرتے رہتے ہیں۔ اس دوران ان کے سامنے مرزائیوں کے جو نئے اعتراضات یا شبہات سامنے آئے ہیں۔ ان کا بھی تذکرہ کتاب میں فرمایا ہے۔ اس سے کتاب کی وقعت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ موضوعات کی حسن ترتیب، طرز استدلال اور کتاب کا انداز بیان اتنا دلکش ہے کہ کتاب کو پورا پڑھے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں کرتا۔ کتاب کا ورق قابل داد اور سرورق داد سے بالاتر ہے۔ انشاءاللہ یہ کتاب ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات کے لئے بہترین ہتھیار اور قادیانیوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گی۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

راہزن، مرتب: مولانا محمد طیب طوفانی، صفحات: ۸۰، قیمت: ۱۰۰ روپے، ملنے کا پتہ: الحسن اکیڈمی سرائے نورنگ ضلع لکی مروت۔

زیرنگاہ کتاب دور حاضر کے چند فتنہ پرور اشخاص کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، گوہر شاہی، زید حامد، غلام احمد پرویز وغیرہ کا مختصر تعارف اور ان کے عقائد کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ موضوعات پر مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مولانا سعید احمد جلال پوری شہید، ڈاکٹر مفتی عبدالواحد اور مفتیان دارالعلوم دیوبند کے علمی تحقیقی مضامین کو احسن انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ کم صفحات میں نہایت وقیع اور علمی مواد کو جمع کیا ہے۔ رسالہ نما کتاب میں اکابر کے مدلل اور باحوالہ تحریروں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ سمندر کو کوزے میں بند کیا ہوا ہے۔ طباعت، ورق اور ٹائٹل معیاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرتب کو اتنا خوبصورت علمی ذخیرہ امت کے سامنے پیش کرنے پر عزت وشرافت سے نوازے۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

ناموس رسالت ریلی ایبٹ آباد

فرانس سے سفارتی تعلقات منقطع کئے جائیں۔ ناموس رسالت کے لئے عالمی سطح پر قانون سازی کی جائے۔ ناموس رسالت کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان خیالات کا اظہار گذشتہ روز ایبٹ آباد میں عظیم الشان ''ناموس رسالت ریلی'' کے دوران مقررین نے کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقد ہونے والی اس ریلی میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ریلی کا آغاز بعد نماز جمعہ مرکزی جامع مسجد سے ہوا۔ مقررین میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مفتی سیدزین العابدین، مولانا حمید الرحمن، تحفظ ختم نبوت یوتھ فورس کے صدر وقار گل جدون، ڈسٹرکٹ خطیب مولانا عبدالواحد، متحدہ علماء کونسل کے مولانا الطاف الرحمن، شباب اسلامی کے مفتی نذیر قریشی، پیر سید کمال شاہ آف طوری شریف، جماعت اسلامی کے گلزار، تحریک انصاف کے قاری راشد محمود، سپاہ صحابہؓ کے ایاز خان، تنظیم الاخوان کے محمد جہانگیر، جمعیت اہل حدیث کے مولانا سرفراز فاروقی، وفاق المدارس کے مولانا سردار حبیب الرحمن، جمعیت علمائے اسلام کے مولانا شکیل اختر جدون، آل ٹریڈر یونین کے سردار قیصر لطیف اور دیگر شامل تھے۔ مرکزی جامع مسجد سے ریلی کا آغاز ہوا اور بازار کا چکر لگاتے ہوئے مقررہ جگہ پر پہنچ کر ریلی جلسے کی شکل اختیار کر گئی۔ مسلسل بارش بھی مظاہرین کے جذبے کو سرد نہ کر سکی اور شدید سردی اور بارش کے باوجود لوگ جمع رہے۔ تاحد نگاہ لوگوں کے سر ہی سر تھے۔ ایبٹ آباد شہر اسم محمدؐ سے گونج اٹھا۔ مقررین نے مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان، فرانس کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کرلے۔ فرانس کے سفیر کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک سے نکالا جائے۔ مقررین نے مطالبہ کیا کہ مسلم حکمرانوں کو یکجا ہوکر ناموس رسالت کے لئے عالمی سطح پر قانون سازی کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ تمام انبیاء اور آسمانی کتب کی توہین جرم قرار دی جائے۔ توہین رسالت بجائے خود دہشت گردی ہے اور ایسے دہشت گردوں کو چن چن کر پھانسی دی جائے۔ مقررین نے ناموس رسالت کی خاطر قربانی پیش کرنے والے مجاہدوں غازی علم الدین، غازی عامر چیمہ اور ممتاز قادری کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ناموس رسالت کے لئے نہ صرف ہم جانیں قربان کریں گے بلکہ اپنے بچوں کو بھی حضور ﷺ کی عزت وناموس پر قربان کردیں گے۔

اس عظیم الشان ریلی میں چند قراردادیں بھی منظور کی گئیں: ۱…… فرانس سے سفارتی تعلقات ختم کئے جائیں۔ ۲…… علماء پر شیڈول ۴ کا اطلاق ختم کیا جائے۔ ۳…… مدارس پر چھاپوں کا سلسلہ بند کیا جائے۔ ۴…… مساجد کے لاؤڈ سپیکر پر پابندی ختم کی جائے۔ ۵…… دہشت گردی کو مذہب سے نہ جوڑا جائے۔ ریلی کا اختتام مولانا الطاف الرحمن کی دعا پر ہوا۔

تعزیتی اجتماع

جامعہ مسجد ختم نبوت کمشنری بازار ڈیرہ اسماعیل خان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ کی رحلت کے سلسلے میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی دینی وعلمی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ تقریب کی صدارت ضلعی نائب صدر امیر قاری محمد خالد گنگوہی نے کی۔ تقریب میں حضرت مولانا شیخ الحدیث اشرف علی، قاری محمد اعجاز فاروقی، قاضی عبدالحلیم، مولانا قاری محمد طارق، قاری خالد، قاری محمد کریم غفاری، حافظ عبدالقیوم، مولانا عبدالغنی، قاری اللہ بخش شاہ، مولانا حمزہ لقمان علی پوری و چاروں تحصیلوں اور مواضع جات سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور مجلس ختم نبوت کے عہدیداروں نے شرکت کی۔ مرحوم کی مغفرت کے لئے خصوصی دعا قاضی عبدالحلیم نے کرائی۔ اللہ پاک ان پر کروڑوں رحمتیں کرے اور انہیں جنت میں اعلیٰ درجہ عطاء فرمائے۔ آمین!

۵ مارچ بعد از نماز مغرب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے حضرات نے حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی کی تعزیت میں ایک اجتماع کا انعقاد کیا۔ جس میں مقامی علماء کرام اور تاجران نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ حضرت قاری صاحب کے لئے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ علماء کرام میں قاری جمیل احمد، قاری شکیل احمد، قاری عقیل احمد، قاری رشید احمد پسران حضرت قاری خلیل احمد بندھانی، مولانا عبدالغفار جمالی، مفتی عبدالباری، قاری عبدالوحید، مولانا حق نواز، مولانا مفتی عبدالوہاب چاچڑ، مولانا رمضان نعمانی، قاری عطاء اللہ، مفتی محمد صفوان، مولانا محمد رضوان، مولانا عبدالرشید بھٹو، مولانا جمیل احمد لغاری، قاری حنیف بندھانی، مولانا عبداللہ مہاجر، مولانا عبدالجبیر، مولانا الٰہی بخش، مفتی محمد یٰسین اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔ حضرت قاری خلیل احمد بندھانی کے بیٹوں سے اظہار غم اور تعزیت کی گئی۔

تعزیتی اجتماع

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے امیر اور مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر۱۲ کے خطیب مولانا محمد ارشاد، مولانا عبدالحکیم نعمانی، قاری زاہد اقبال، قاری محمد اصغر عثمانی، مولانا کفایت اللہ حنفی اور حاجی محمد ایوب نے مشترکہ بیان میں امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی وفات کو عالم اسلام کے لئے عظیم نقصان اور محاذ ختم نبوت پر کام کرنے والوں کے لئے عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ دینی مدارس اور مذہبی جماعتوں کے قائدین ایک عظیم سرپرست سے محروم ہوگئے۔ مشترکہ بیان میں کہا کہ مرحوم کی دینی وملی، تدریسی وتبلیغی اور تحریکی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ علاوہ ازیں دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد رحیمیہ میں حضرت شیخ الحدیث کی خدمات جلیلہ کو سراہا گیا اور بلندی درجات اور مغفرت کی بھی دعا کی گئی۔ لواحقین وپسماندگان اور متعلقین سے اظہار تعزیت بھی کی گئی۔

تین روزہ ختم نبوت کورس حفیظ سنٹر گلبرگ لاہور

سب سے پہلا اجماع حضرات صحابہ کرامؓ نے عقیدہ ختم نبوت پر کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
عقیدہ ختم نبوت قرآن مقدس کی 100 آیات اور 210 احادیث سے ثابت ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ حفیظ سنٹر گلبرگ کے زیر اہتمام سہ روزہ ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ کورس میں شیخ الحدیث مولانا نعیم الدین، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، معروف سکالر متین خالد نے مختلف موضوعات پر لیکچر دیے، جبکہ مہمان خصوصی مولانا محبّ اللہ لورالائی تھے۔ علماء کرام نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت قرآن کی ایک سو آیات اور دوسو دس احادیث سے ثابت ہے۔ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کا کام آئینی اور قانونی حق ہے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام آخرت میں جنت کے حصول کا آسان ذریعہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت پہلی امتوں کو اجماع امت عطا نہیں کیا گیا، امت محمدیہ کو اجماع امت کی دولت سے نوازا گیا، امت نے بھی کمال کیا کہ سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر کیا۔ قادیانیت کسی مذہب وعقیدے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ سے بغض وعناد کا نام ہے۔ تادم زیست اس گمراہ ٹولے کا مقابلہ جاری رکھیں گے۔ قادیانیوں کو آئین وقانون کا پابند بنائے۔ علماء کرام نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور قیامت والے دن حضور اقدس ﷺ کی شفاعت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ قادیانی آئین پاکستان کے غدار ہیں۔ ناموس رسالت قانون میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ برداشت نہیں کریں گے۔ علماء کرام نے کہا کہ قادیانی عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے علماء سے بدظن کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کے تحفظ کے کام سے روکنا یا قادیانیوں کی طرفداری کرنا اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا بنانے کے مترادف ہیں۔ ختم نبوت کورس میں سینکڑوں تاجر برادری اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے شرکت کی۔ کورس کے اختتام پر شرکاء کورس کو تعریفی اسناد، ختم نبوت کے متعلق معلوماتی لٹریچر اور کتب دی گئیں۔ کورس کے تمام انتظامات مولانا قاری عبدالعزیز، بھائی محمد خالد، بھائی شہریار اور دیگر عہدیداران ختم نبوت نے کیے۔

ختم نبوت زندہ باد
اتحاد امت زندہ باد
عظیم الشان تاریخ ساز
ختم نبوت کانفرنس
24 اپریل 2015
جمعۃ المبارک
بعد نماز عشاء
میانی روڈ
ٹاور مارکیٹ
حیدر آباد
زیر سرپرستی
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب
ڈاکٹر عبدالسلام قریشی
مولانا توصیف احمد
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
حضرت مولانا حکیم محمد مظہر شاہ
مولانا محمد امجد خان
حضرت مولانا محمد الیاس گھمن
شاہ اویس احمد نورانی
ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر
حافظ اشتیاق احمد
مولانا عبداللہ فاروقی
تجمل حسین
محمد علی صدیقی
مختار احمد
سیف الرحمن
تاج محمد
شبیر احمد خان
عبدالوحید قریشی
عبدالغفار شاکر
حبیب اللہ
LIVE سننے کے لیے
www.khatme-nubuwwat.com
0333-3553926
0310-4146160
0301-6395200
022-3869948
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدر آباد

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

فتنہ قادیانیت سے بیداری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

بفضلہٖ تعالیٰ

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

لا نبی بعدی

34 واں

سالانہ ختم نبوۃ کورس

نامور علماء و مناظرین و
ماہرین فن لیکچر دیں گے
ان شاء اللہ

بتاریخ

23 مئی 2015 تا 15 جون 2015

بمطابق

4 شعبان 1436 تا 27 شعبان 1436

زیر سرپرستی

استاذ المحدثین
حضرت مولانا ڈاکٹر
عبدالرزاق اسکندر صاحب
دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا۔
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670